نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه
بسم الله الرحمن الرحيم
اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ
القرآن الحديث
ماهنامه
الحديث
حضرو
شمارہ نمبر
85
مدیر:
حافظ زبیر علی زئی
جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ جون ۲۰۱۱ء
نماز با جماعت کے لئے کس وقت کھڑے ہونا چاہئے؟
ابوبکر غازیپوری دیوبندی کی خیانتیں
حکیم نور احمد یزدانی اور اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ؟
ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخیاں
احمد بن عبدالجبار العطاردی رحمہ اللہ
مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک : پاکستان
مکتبة الحديث

حلال چوپائے

﴿اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ تمھارے لئے حلال کئے گئے مویشی کی قسم کے چوپائے، سوائے اُن کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ (المائدہ:۱)

فقہ القرآن:

۱: اس آیتِ کریمہ سے تمام مویشی چوپایوں کا حلال ہونا ثابت ہے، سوائے اُن کے جن کا حرام ہونا قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔

ہر چرنے والے چوپائے (درندوں کے علاوہ) کو بہیمہ کہا جاتا ہے۔

(دیکھئے القاموس الوحید ص ۱۸۷)

اور اَنعام سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہیں۔ (دیکھئے تفسیر ابن جریر طبری نسخہ محققہ ۴/۲۹۳)

محمد شفیع دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور لفظِ انعام نَعم کی جمع ہے۔ پالتو جانور جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ.....'' (معارف القرآن ج ۳ ص ۱۳)

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ بھینس حلال ہے، نیز اس کے حلال ہونے پر اجماع بھی ہے۔

۲: مفسرِ قرآن امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''الأنعام کلھا'' تمام مویشی چوپائے۔

(تفسیر ابن جریر ۴/۲۹۲ ح ۱۰۹۳۷، وسندہ صحیح)

۳: خنزیر کا حرام ہونا قرآن سے اور گدھے کا حرام ہونا حدیث سے ثابت ہے، لہٰذا وہ اس آیت کے عموم سے مستثنیٰ ہیں اور اسی طرح ہر وہ جانور (مثلاً مُردار، درندہ، گندگی خور، خبیث وغیرہ) بھی اس کے عموم سے خارج ہے جو دلائلِ شرعیہ کی رُو سے حرام ہے۔

۴: خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا غلط ہے۔

۵: قرآن مجید کی طرح حدیث بھی حجت ہے، بشرطیکہ باسند صحیح ہو اور منسوخ نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الله نزل احسن الحديث

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرءًا سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 8 | جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ جون ۲۰۱۱ء | شمارہ: 6

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

معاونین:
حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
ابو جابر عبداللہ دامانوی

قیمت:
فی شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
300 روپے

خط و کتابت:
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت:
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

اس شمارے میں

اضواء المصابیح

۲۷٤) وعن حذيفة قال : يامعشر القراء ! استقيموا فقد سبقتم سبقًا بعيدًا و إن أخذتم يمينًا و شمالًا لقد ضللتم ضلا لًا بعيدًا . رواه البخاري .

اور (سیدنا) حذیفہ (بن الیمان رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے قاریوں کی جماعت! سیدھے ہو جاؤ کیونکہ تم بہت آگے جا چکے ہو، اگر تم (دین سے) دائیں بائیں طرف مڑو گے تو پھر بہت دور کی گمراہی میں جا گرو گے۔ اسے بخاری (۷۲۸۲) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اپنے آپ کو ہمیشہ دنیاوی لالچ اور مبتدعین کی بدعات سے دُور رکھنا چاہئے۔
۲: سلف صالحین والے راستے پر چلنے میں ہی نجات ہے۔
۳: ہمیشہ نصیحت، تربیت اور اپنی اصلاح کا اہتمام کرنا چاہئے۔
۴: ضرورت کے تحت کسی گروہ کا نام لے کر اصلاح کی جا سکتی ہے۔

۲۷۵) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :((تعوذوا بالله من جُب الحزن .)) قالوا : يا رسول الله ! ما جب الحزن ؟ قال :((وادٍ في جهنم تتعوذ منه جهنم كل يوم أربعمائة مرة .)) قيل : يا رسول الله ! ومن يدخلها ؟ قال : ((القراء المراؤون بأعمالهم .)) رواه الترمذي و كذا ابن ماجه و زاد فيه :((وإن من أبغض القراء إلى الله تعالى الذين يزورون الأمراء .))

قال المحاربي : يعني الجورة .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے پناہ مانگو کہ وہ غم کے کنویں سے بچائے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی روزانہ چار سو دفعہ پناہ مانگتی ہے۔

پوچھا گیا: یارسول اللہ! اس میں کون داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: قراء (یعنی قاری حضرات) جو اپنے اعمال کے ساتھ ریا کاری کرتے ہیں۔ اسے ترمذی (۲۳۸۳) نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ابن ماجہ (۲۵۶) نے درج ذیل اضافے کے ساتھ بیان کیا:
اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاریوں میں سے بدترین حضرات وہ ہیں جو اُمراء (حکمرانوں) سے (ذاتی مفاد کے لئے) ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔
محاربی (راوی) نے کہا: امراء سے مراد ظالم (حکمران) ہیں۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند میں وجۂ ضعف دو ہیں:

۱: عمار بن سیف الضبی الکوفی ضعیف راوی تھا۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا:
''ضعيف الحديث عابد'' وہ حدیث میں ضعیف (اور) عبادت گزار تھا۔

(تقریب التہذیب: ۴۸۲۶)

۲: عمار بن سیف کا استاد ابو معان یا ابو معاذ البصری مجہول تھا۔

۲۷۶) وعن علي قال قال رسول الله ﷺ: ((يوشك أن يأتي على الناس زمان لا يبقى من الإسلام إلا اسمه ولا يبقى من القرآن إلا رسمه، مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدى، علماؤهم شر من تحت أديم السماء، من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود.)) رواه البيهقي في شعب الإيمان.

اور (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے جب اسلام میں سے صرف اس کا نام باقی رہے گا اور قرآن میں سے صرف رسم یعنی اس کے الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ لوگوں کی مسجدیں آباد ہوں گی اور ہدایت سے وہ خالی ہوں گی، لوگوں کے علماء آسمان کے نیچے سب سے بُرے ہوں گے، انھی کے پاس سے فتنہ نکلے گا اور انھی کے پاس فتنہ واپس جائے گا۔

اسے بیہقی نے شعب الایمان (۱۹۰۸، دوسرا نسخہ: ۱۷۶۳) میں روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں دو وجۂ ضعف ہیں:

۱: عبداللہ بن دکین جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ''منکر الحدیث ، ضعیف الحدیث ، روی عن جعفر بن محمد غیر حدیث منکر'' وہ منکر حدیثیں بیان کرنے والا، حدیث میں ضعیف ہے، اس نے (امام) جعفر بن محمد (بن علی بن الحسین) سے کئی منکر حدیثیں بیان کیں۔ (الجرح والتعدیل ۴۹/۵)

چونکہ یہ روایت بھی جعفر بن محمد سے ہے، لہٰذا عبداللہ بن دکین کی وجہ سے منکر ہے۔

۲: امام علی بن الحسین عرف زین العابدین تک اگر یہ سند صحیح بھی ہوتی تو منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف تھی، کیونکہ انھوں نے اپنے دادا سیدنا علی بن ابی طالب (رضي الله عنه و أماتنا علٰى حُبه و حب أهل البيت و الصحابة و السلف الصالحين) کو نہیں پایا تھا۔

تنبیہ: یہ روایت بشر بن الولید القاضی (ضعیف مختلط) نے موقوفاً بھی بیان کی، لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

۲۷۷۔ ۲۷۸) وعن زياد بن لبيد قال :ذكر النبي ﷺ شيئاً فقال :((ذاك عند أوان ذهاب العلم .)) قلت :يا رسول الله !وكيف يذهب العلم و نحن نقرأ القرآن و نقرئه أبناء نا و يقرؤه أبناؤنا أبناء هم إلٰى يوم القيامة ؟ فقال : ((ثكلتك أمك زياد !إن كنتُ لأراك من أفقه رجلٍ بالمدينة !أوليس هذه اليهود والنصارى يقرؤون التوراة والإنجيل لا يعملون بشي ءٍ مما فيهما ؟!))

رواه أحمد و ابن ماجه وروى الترمذي عنه نحوه .

وكذا الدارمي عن أبي أمامة .

اور (سیدنا) زیاد بن لبید (بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کسی چیز کا ذکر کیا، پھر فرمایا: یہ علم کے چلے جانے (ختم ہونے) کا وقت

(یعنی نشانی) ہے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! علم کس طرح چلا جائے گا اور ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی پڑھاتے ہیں، ہماری اولاد اپنی اولاد کو (مسلسل) قیامت تک پڑھاتی رہے گی؟ تو آپ نے فرمایا: اے زیاد! تجھے تمھاری ماں گم پائے، میں تو تجھے مدینے کا سب سے فقیہ آدمی سمجھتا تھا۔ کیا یہ یہودی اور نصرانی تورات اور انجیل نہیں پڑھتے؟ وہ ان میں سے کسی چیز پر بھی عمل نہیں کرتے۔!

اسے احمد (۱۶۰/۴ ح ۱۷۶۱۲) اور ابن ماجہ (۴۰۴۸) نے روایت کیا ہے اور ترمذی (۲۶۵۳) نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور اسی طرح دارمی (۷۷/۱۔۷۸ ح ۲۴۶) نے (سیدنا) ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔ یہ الفاظ سنن ابن ماجہ (۴۰۴۸) کے ہیں۔

ابن ماجہ اور مسند احمد (الموسوعہ الحدیثیہ ۱۷/۲۹) والی روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: سلیمان بن مہران الاعمش مدلس تھے اور روایت معنعن (عن سے) ہے۔

۲: امام بخاری نے سالم بن ابی الجعد کے بارے میں فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ سالم نے زیاد (بن لبید) سے سنا تھا۔ (التاریخ الکبیر ۳۴۴/۳ ت ۱۱۶۳)

حافظ ابن حجر نے کہا: ''و سالم لم یلق زیادًا'' اور سالم نے زیاد سے ملاقات نہیں کی۔

(الاصابہ ۵۵۸/۱ ترجمۃ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ)

لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔ المعجم الکبیر للطبرانی (۲۶۵/۵) میں اس کا ایک منقطع (یعنی ضعیف و مردود) شاہد بھی ہے۔ سنن دارمی (۲۴۶) والی روایت میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف مدلس ہے اور روایت عن سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔

سنن ترمذی (۲۶۵۳) والی روایت حسن ہے جو اسی کتاب، مشکوٰۃ المصابیح میں مختصراً گزر چکی ہے۔ (دیکھئے ح ۲۴۵)

اس کا متن درج ذیل ہے:

(سیدنا) ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے، اتنے میں آپ

نے آسمان کی طرف نظر دوڑائی، پھر فرمایا: یہ وقت ہے کہ لوگوں سے علم اُٹھالیا جائے گا، پھر وہ کسی چیز پر طاقت نہیں رکھیں گے۔ زیاد بن لبید الانصاری (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ہم سے کس طرح علم اُٹھالیا جائے گا اور ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے، اللہ کی قسم! ہم ضرور بالضرور قرآن پڑھیں گے اور اسے ہم اپنے بیوی بچوں کو بھی پڑھائیں گے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے زیاد! تجھے تمھاری ماں گم پائے، میں تو تمھیں اہلِ مدینہ کے فقہاء میں شمار کرتا تھا، یہ تورات اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس ہے اور انھیں کیا فائدہ پہنچاتی ہے؟ (پھر اسی حدیث میں ہے کہ سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: ابوالدرداء نے سچ فرمایا، (اے جبیر بن نفیر!) اگر تم چاہو تو میں تمھیں بتادوں کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون سا علم اُٹھالیا جائے گا؟ خشوع یعنی عاجزی، عنقریب تم جامع مسجد میں داخل ہوگے تو کسی ایک آدمی کو بھی خشوع و خضوع کرنے والا نہیں پاؤ گے۔ (سنن الترمذی ص۶۰۲ وقال: ھذا حدیث حسن غریب)

اس کی سند حسن ہے اور اسے ابن حبان (۱۱۵) حاکم (۹۸/۱۔۹۹) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کے ساتھ ابن ماجہ والی روایت بھی حسن ہے۔ والحمدللہ

فقہ الحدیث کے لئے دیکھئے حدیث سابق: ۲۴۵

۲۷۹) وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ: ((تعلّموا العلم وعلّموه الناس، تعلّموا الفرائض وعلّموها الناس، تعلّموا القرآن وعلّموه الناس، فإني امرؤٌ مقبوضٌ والعلم سينقبض وتظهر الفتن حتى يختلف اثنان في فريضةٍ لا يجدان أحدًا يفصل بينهما .)) رواه الدارمي والدارقطني .

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، فرائض (میراث کا علم) سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ میں وفات پانے والا انسان ہوں اور عنقریب علم بھی اُٹھالیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوجائیں گے، حتیٰ کہ دو آدمیوں کا (اسلام یا وراثت) کے ایک ضروری مسئلے میں اختلاف ہوگا اور وہ اسے حل کرنے والا کوئی بھی نہیں پائیں گے۔

اسے دارمی (۱/۷۷۔۳۷ ح ۲۲۷) اوردارقطنی (۴/۸۲ ح ۴۰۵۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: سلیمان بن جابر الہجری مجہول ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۵۴۱)

۲: عوف الاعرابی اور سلیمان بن جابر کے درمیان رجل مجہول ہے، لہٰذا سند منقطع ہے۔

اس روایت کو ترمذی (۲۰۹۱) نسائی (الکبریٰ: ۶۳۰۵، ۶۳۰۶) اور حاکم (۴/۳۳۳) وغیرہم نے بھی عوف عن رجل عن سلیمان بن جابر اور اس مفہوم کی سند سے روایت کیا ہے۔

اس باب میں سنن ترمذی والی دوسری روایت بھی ضعیف ومردود ہے۔

سنن ابن ماجہ (۲۷۱۹) میں اس کا بعض شاہد ہے، لیکن اس کی سند حفص بن عمر بن ابی العطاف (ضعیف) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲۸۰) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: ((مثل علمٍ لا ينتفع به كمثل كنزٍ لا ينفق منه في سبيل الله.)) رواه أحمد والدارمي .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس علم سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے، اُس کی مثال اس خزانے کی طرح ہے جسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے۔ اسے احمد (۲/۴۹۹ ح ۱۰۴۸۱، الموسوعۃ الحدیثیہ ۱۶/۲۸۹) اور دارمی (۱/۱۳۸ ح ۵۶۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی ابراہیم بن مسلم الہجری العبدی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''**لیّن الحدیث رفع موقوفات**'' وہ حدیث میں کمزور ہے، اُس نے موقوف روایات کو مرفوع بیان کر دیا۔ (تقریب التہذیب: ۲۵۲)

الاوسط للطبرانی (۶۹۳) اور جامع بیان العلم وفضلہ (۴۷۲) وغیرہما میں اس مفہوم کی ایک روایت موجود ہے، جسے ابن لہیعہ نے اختلاط سے پہلے بیان کیا تھا، مگر ابن لہیعہ مدلس تھے

اوراختلاط سے پہلے والی روایت میں سماع کی تصریح موجودنہیں اور باقی سند حسن لذاتہ ہے۔

امام ابوخیثمہ کی کتاب العلم (۱۶۲) میں "الحسن بن موسی: ثنا ابن لهيعة: ثنا دراج عن ابن حجيرة عن أبي هريرة" کی سند سے مرفوعاً آیا ہے کہ "مثل الذي يعلم العلم ولا يحدث به كمثل رجل رزقه الله مالاً فلم ينفق به." "جو شخص علم جانتا ہے اُس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جسے اللہ نے مال عطا فرمایا، لیکن اُس نے اس میں سے کچھ بھی خرچ نہیں کیا۔ (ص۱۴۷)

اس میں سماع کی تصریح موجود ہے، لیکن یہ سند ابن لہیعہ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جامع بیان العلم وفضلہ (ج۱ص۲۴۱رقم:۴۷۵) میں اس کا ایک شاہد ہے جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اس کا راوی عیسیٰ بن شعیب قابلِ اعتماد نہیں۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۸/۵۲۳)

اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔

اس باب میں دو آثار بھی مروی ہیں:

۱: عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ (العلم لابی خیثمہ:۱۲، سنن الدارمی:۵۶۱)

اس کی سند اعمش مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (جامع بیان العلم وفضلہ:۴۷۳)

اس کی سند قاسم بن عبداللہ (کذاب) کی وجہ سے موضوع ہے اور باقی سند بھی ضعیف ومردود ہے۔

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ مشکوٰۃ والی روایتِ مذکورہ اپنے تمام شواہد کے ساتھ ضعیف و ناقابلِ حجت ہے۔

اضواء المصابیح کی پہلی جلد اپنے اختتام کو پہنچی، لہٰذا مجلس ثانی تک الوداع (ان شاءاللہ)

والحمد لله رب العالمين والصّلوٰة والسّلام علىٰ رسوله الأمين .

(۱۵/مئی ۲۰۱۰ء)

نمازِ باجماعت کے لئے کس وقت کھڑے ہونا چاہئے؟

سوال مولانا محمد منیر سیالکوٹی صاحب حفظہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اور اقامت کے وقت مقتدیوں کے کھڑے ہونے کے بارے میں کوئی وقت مقرر نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قد قامت الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونے کی روایت ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ مؤذن کے اللہ اکبر کہتے ہی کھڑے ہونے کے قائل تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حی علی الفلاح کے الفاظ پر، اور امام مالک رحمہ اللہ لوگوں کی طاقت پر چھوڑتے ہیں کہ جو جب اُٹھ سکے۔ اُٹھ جائے۔ کیونکہ ان میں کوئی ضعیف ہوگا۔ اور کوئی ثقیل۔ اور کھڑے ہونے کا وقت بھی مقرر نہیں ہے۔ حنابلہ قد قامت الصلوٰۃ کے وقت اور شافعیہ ختم ہونے پر کھڑے ہونے کے قائل ہیں۔ (فتح الباری ۱۲۰/۲، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۳۲۵/۱)

اور بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہی اقرب الی السنۃ ہے۔'' (فقہ الصلوٰۃ ج۲ ص۱۷۹)

آپ براہِ کرم راجح بات واضح فرمائیں کہ نمازی (مقتدی) اقامت سے قبل کھڑے ہوں (صف بندی کے لئے) یا اقامت کے بعد؟ (محمد صدیق تلیاں، سندر کٹھہ ایبٹ آباد)

الجواب سوال میں مذکورہ روایات کی تحقیق علی الترتیب درج ذیل ہے:

۱: حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر امام ابن المنذر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۲۰/۲ تحت ح ۶۳۷)

امام ابن المنذر کی کتاب: الاوسط میں یہ اثر درج ذیل سند و متن کے ساتھ موجود ہے:

'' وحدثونا عن الحسن بن عيسى قال :أخبرنا ابن المبارك قال: أخبرنا أبو يعلى قال: رأيت أنس بن مالك ، إذا قيل : قد قامت الصلاة و ثب فقام . ''

(۱۶۶/۴ ث ۱۹۵۸، دوسرا نسخہ ۱۸۷/۴ ح ۱۹۴۷)

اس روایت میں " و حدثونا " کے قائلین نامعلوم ہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

اور "وغیرہ" کا قائل معلوم نہیں، السنن الکبریٰ (۲۱/۲) میں یہ اثر بے سند ہے، لیکن حافظ ابن عبدالبر نے اسے اپنی سند کے ساتھ ابوبکر الاثرم کی کتاب سے "**و حدثنا عثمان بن أبي شيبة قال: حدثنا ابن المبارك عن أبي يعلى قال: رأيت أنس ابن مالك إذا قيل : قد قامت الصلٰوة ، قام فوثب**" کی سند و متن سے روایت کیا ہے۔

(التمہید ج ۹ ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۱۰۲)

اثرم تک ابن عبدالبر کی سند میں نظر ہے اور اگر یہ امام ابن المبارک سے ثابت ہو جائے تو عرض ہے کہ اس کا راوی ابو یعلیٰ سلمہ بن وردان اللیثی المدنی ضعیف ہے۔

(دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۵۱۴)

مختصر یہ کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت ضعیف ہے۔

۲: امام سعید بن المسیب بن حزن رحمہ اللہ والی روایت تمہید (لابن عبدالبر) میں ہے۔

(ج ۹ ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ۱۰۲/۳)

اس کی سند کئی وجہ سے ضعیف ہے، مثلاً کلثوم بن زیاد المحاربی قاضی دمشق جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان بحاشیتی ۴۸۹/۴، دوسرا نسخہ ۵۵۷/۵)

۳: امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب قول اُن سے ثابت نہیں ہے اور غیر ثابت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی ابن فرقد (صاحبِ کتاب الاصل ۱۸/۱۔۱۹) بذاتِ خود جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

۴: امام مالک رحمہ اللہ کا قول ان کی مشہور کتاب موطأ امام مالک (روایۃ یحییٰ ۷۱/۱، روایۃ ابی مصعب زہری: ۱۸۶) میں موجود ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: "**و ذهب الأكثرون إلى أنهم إذا كان الإمام معهم في المسجد لم يقوموا حتى تفرغ الإقامة**" اکثر کا یہ مذہب ہے کہ اگر امام

مسجد میں موجود ہو تو لوگ اقامت ختم ہونے سے پہلے کھڑے نہ ہوں۔ (فتح الباری ۲/۱۲۰)

امام ترمذی نے فرمایا: ''و قال بعضهم إذا كان الإمام في المسجد فأقيمت الصلوة فإنما يقومون إذا قال المؤذن: قد قامت الصلاة ، وهو قول ابن المبارك '' اور بعض نے کہا: جب امام مسجد میں ہو اور نماز کی اقامت ہو جائے تو لوگ اس وقت کھڑے ہوں گے جب اقامت کہنے والا قد قامت الصلوٰۃ کہے اور یہی قول عبداللہ بن المبارک کا ہے۔ (سنن الترمذی: ۵۹۲)

امام ترمذی نے عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کے جو اقوال سنن ترمذی میں نقل کئے ہیں، ان کی صحیح سندیں اپنی کتاب العلل (الصغیر) میں ذکر کر دی ہیں۔

(دیکھئے ص ا، دوسرا نسخہ ص ۸۸۹ مطبوعہ دار السلام مع سنن الترمذی)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اگر امام مسجد میں ہو تو لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب وہ (اقامت کہنے والا) قد قامت الصلوٰۃ کہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے اس کی مکمل تائید فرمائی۔ (مسائل احمد و اسحاق، روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ۱/۱۲۷۔۱۲۸ فقرہ: ۱۷۹)

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: '' إن كان الإمام معهم في المسجد قاموا إذا قام و إن كانوا ينتظرون خروجه و مجيئه قاموا إذا رأوه ولا يقوموا حتى يروه (لحديث) أبي قتادة ... '' اگر امام مسجد میں ان کے ساتھ ہو تو جب وہ کھڑا ہو لوگ کھڑے ہو جائیں اور اگر وہ امام کے باہر آنے کا انتظار کر رہے ہیں تو جب اسے دیکھیں کھڑے ہو جائیں اور اگر اسے نہ دیکھیں تو کھڑے نہ ہوں، اس کی دلیل (سیدنا) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ہے ... (الاوسط نسخہ جدیدہ ج ۴ ص ۱۸۸)

مرفوع احادیث اور ان آثار کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ جب اقامت کہی جائے یعنی قد قامت الصلوٰۃ کے الفاظ پڑھے جائیں تو لوگ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جائیں، اور اگر امام یا اقامت کہنے والے کے ساتھ ہی کھڑے ہو جائیں (بشرطیکہ امام مسجد میں موجود ہو) تو یہ بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم (۱۵/نومبر ۲۰۱۰ء)

دسویں غازیپوری خیانت:

''شیعوں کے ساتھ غیر مقلدین کی موافقت'' کے عنوان کے تحت موصوف نے وحیدالزمان کی کچھ عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا:

''ہم تو سمجھتے تھے کہ امام غائب کا انتظار صرف شیعہ ہی کرتے ہیں۔ یہ تو اب معلوم ہوا کہ غیر مقلّدین کو بھی امام غائب کا شدت سے انتظار ہے۔ ''طریق محمدی'' میں ایک قصیدہ ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''انبساط و مسرت کا چڑھتا ہوا سمندر تہ نشین ہوگیا، اسلام کی شادابی نیست و نابود ہوگئی، امن و سکون کے منظوم موتی بکھر چکے، وہ زمانہ اور وہ نظام سب درہم برہم ہوگیا۔ الٰہی اب امام وقت کا ظہور بہت جلد ہونا چاہئے، کیونکہ قافلۂ اسلام کا اب نہ کوئی راہبر ہے نہ کوئی تاج ور'' (آئینہ ص ۲۱۵۔۲۱۶ بحوالہ طریق محمدی ص ۱۰)

قارئین کرام! ''طریق محمدی'' جو کہ مولانا محمد جوناگڑھی کی تصنیف ہے، عموماً دستیاب رہتی ہے۔ اس کے جس مقام سے غازیپوری صاحب نے خیانت میں کمال دکھانے کی کوشش کی وہ ملاحظہ کیجئے:

''لیکن آہ آج حضرت عمر فاروقؓ جیسے غیور مسلمان ہم کہاں ٹٹولیں؟ آج تو کوئی باپ دادوں کے رسم ورواج پیش کرتا ہے کوئی اپنے پیروں فقیروں کی باتیں لاتا ہے کوئی اماموں اور مجتہدوں کی تقلید کرتا ہے۔ کوئی ہدایہ اور کنز قدوری کے فیصلے پر اڑتا ہے ؎

اسلام کی خوشی کوئی پامال کر گیا ۔ دریائے انبساط چڑھا تھا اتر گیا
شیرازہ سکون و تمنا بکھر گیا ۔ وہ دن گزر گئے، وہ زمانہ بدل گیا
یاالٰہی ہو امام وقت کا جلدی ظہور ۔ قافلہ اسلام کا بے تاج و بے سر ہوگیا''

(طریق محمدی ص ۲۱)

بس یہ کل تین اشعار ہیں، کہاں ہے قصیدہ اور کہاں ہے شیعوں کی طرح ''امام غائب کا شدت سے انتظار''؟ یہ سب غازیپوری کے ہاں دیانت کے فقدان اور خیانت کے فیضان کا کمال ہے کہ ''امام وقت'' یعنی خلیفۂ وقت کے ظہور کی دعا کو ''امام غائب کا شدت سے انتظار''؟ بنا دیا، حالانکہ ''طریق محمدی'' میں ''امام غائب'' کا تذکرہ تک نہیں، چہ جائیکہ اس کے شدت سے انتظار کا ذکر ہو!

غازیپوری صاحب کو شاید اپنے ہی یہ جملے یاد نہ رہے ہوں جو اسی کتاب میں بیان کئے کہ

''لیکن ان بیوقوفوں کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والوں کو پسند نہیں کرتا آخر کب تک دجل وفریب کا یہ بازار گرم رہے گا؟ کیا خدا قادر نہیں کہ ان کی جعل سازیوں کا پردہ فاش کردے اور اپنے کسی بندے کو کھڑا کردے جو ان کے نفاق کی قلعی کھولے اور ان کا اصلی چہرہ امت کے سامنے بے نقاب کرے۔'' (آئینہ ص ۷۸) !!

ان جملوں کو پڑھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جناب عدل وانصاف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں! بہت زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں!! جھوٹ اور دجل وفریب سے اجتناب فرمانے والے ''عظیم انسان'' ہیں!!! لیکن جب ان کی خیانتوں کا یہ طویل سلسلہ سامنے آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ''حضرت'' تو اپنے ہی ان جملوں سے بے خبر ہیں، درحقیقت دجل وفریب کا بازار گرم کئے ہوئے اور اپنے اس منفی تبصرہ کے عین مصداق ہیں۔ **اللّٰہ یھدیہ**

گیارہویں غازیپوری خیانت: ''صحابہ کا خیار امت ہونا انھیں گوارہ نہیں'' اس عنوان کے تحت غازیپوری صاحب نے لکھا:

''تمام اہل سنت وجماعت متفق ہیں کہ صحابہ خیر امت ہیں، امت کا کوئی طبقہ، کوئی فرد فضیلت وکرامت میں خیر القرون کے اس طبقۂ مقدس کے ہم پلہ نہیں ہوسکتا، اہل سنت میں سلف سے خلف تک کسی کا اس عقیدے سے ادنیٰ درجہ کا بھی اختلاف منقول نہیں، البتہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں بھی سب سے الگ تھلگ تنہا رہنا پسند کیا ہے، نواب وحید الزمان

حدیثِ رسول ''خیر القرون قرنی'' کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''یہ ضروری نہیں کہ بعد کے زمانوں میں پیدا ہونے والا کوئی شخص قرون سابقہ والوں سے افضل نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ بہت سے متاخرین علماء امت علم و معرفت اور اشاعت سنت میں عوام صحابہ سے افضل گزرے ہیں اور یہ ایسی بدیہی چیز ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا'' نیز فرماتے ہیں: ''لیکن ممکن ہے کہ بعض اولیاء کو بعض دیگر اسباب کے تحت فضیلت حاصل ہوجائے اور صحابی اس سے محروم ہو'' (آئینہ ص ۲۲۱، ۲۲۲ وقفہ مع للامذہبیہ ص ۳۰۷، ۳۰۸ بحوالہ ہدیۃ المهدی ص ۹۰)

اس میں غازیپوری صاحب کی خیانت یہ ہے کہ جناب نے اس صفحہ (۹۰) سے ایک اقتباس نقل کیا، پھر ''نیز فرماتے ہیں'' کہہ کر اسی صفحہ سے ایک اور بات نقل کردی اور درمیان سے یہ عبارت بالکل چھوڑ دی:

''قال الشیخ الجیلانی من اصحابنا انه لا یبلغ الولی درجة الصحابی قلت وهو قول الجمهور من أصحابنا والمحقق ان الصحابی له من فضیلة الصحبة مالا یحصل للولی ولکنه یمکن ان تکون ...الخ''

ہمارے اصحاب میں سے شیخ جیلانی نے کہا کہ ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچتا، میں کہتا ہوں: ہمارے اصحاب میں سے یہی قول جمہور کا ہے۔ تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ صحابی کے لیے صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہے جو ولی کو حاصل نہیں، لیکن ممکن ہے کہ...'' الخ

(ہدیۃ المهدی ص ۹۰)

اس سے آگے کی عبارت آئینہ میں موجود ہے۔ وحید الزمان صاحب جن کے اقوال لے کر اہلحدیث پر اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ خود کہہ رہے ہیں کہ جمہور اہلحدیث کا یہی عقیدہ ہے کہ ''ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا'' جمہور اصحاب سے مراد اہل حدیث ہی ہیں چونکہ بزعم خود وحید الزمان نے یہ کتاب اہلِ حدیث عقائد بیان کرنے کے لئے لکھی، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ غازیپوری صاحب نے اپنی پختہ عادتِ خیانت سے کام لیتے ہوئے آگے پیچھے کی عبارت نقل کردی، چونکہ انہوں نے تو اہلِ حدیث پر شیعیت کی ہمنوائی کا بہتان لگا کر

کمال دکھانا تھا۔ اگر وہ درمیان میں موجود ہماری نقل کردہ عبارت بھی نقل کر دیتے تو اس بہتان لگانے کی راہ ہموار نہ ہوتی جو انہوں نے ان الفاظ میں بیان کیا کہ ''البتہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں بھی سب سے الگ تھلگ رہنا پسند کیا''۔ تو عرض ہے کہ محض وحید الزمان یا ان جیسے ایک آدھ فرد کی ''انفرادیت'' سے اہلِ حدیث کا مؤقف ثابت نہیں ہوتا اور خود وحید الزمان نے اہلِ حدیث کا مؤقف واضح کر دیا ہے۔

بارہویں غازیپوری خیانت: ''قبروں سے حصول برکت'' کے عنوان کے تحت نواب وحید الزمان کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا:

''نیز فرماتے ہیں: ''متبرک مقامات پر خاص طور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس دعاء بہت جلد قبول ہوتی ہے'' (آئینہ ص ۱۵۲ بحوالہ ھدیۃ المھدی ص ۳۳۔۳۴)

یہاں بھی موصوف نے خیانت سے کام لیا، چونکہ ص ۳۴ پر وحید الزمان نے علامہ شوکانی کی عبارت نقل کی، پھر یہ بات بیان کی۔ پہلے اس مسئلہ کی مکمل عبارت ملاحظہ کیجئے:

"ان یظن ان الدعاء عند قبره مستجاب وأنه أفضل من الدعاء فی المسجد فیقصد زیارته لأجل طلب الحوائج وهذا أیضًا من المنكرت المبتدعة باتفاق المسلمین وهی محرمة وما علمت فی ذلك نزاعًا بین أئمة الدین قلت: قد ظهر من كلام الشیخ فساد قول هذا القائل فإنه جعل مطلق الدعاء عند القبر شركًا وكفرًا والقسم الرابع لی فیه نزاع وعندی أنه لا بأس بهذا الظن ان الدعاء من اللّٰه تعلی فی المواضع المتبركة سیما عند قبر النبی ترجی إجابته بالسرعة" (چوتھا مسئلہ) یہ گمان کرے کہ آپ ﷺ کی قبر پر دعا مسجد میں دعا مانگنے سے افضل ہے، تو وہ طلبِ حاجات کے لئے زیارت قبر کا قصد کرتا ہے تو یہ بھی باتفاق مسلمین بدعتیوں کی منکرات (منکر باتوں) میں سے ہے اور حرام ہے، جہاں تک میں نے جانا ائمہ دین کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ (وحید الزمان نے کہا:) میں کہتا ہوں شیخ شوکانی کے اس قول سے اس شخص کا فاسد ہونا ظاہر ہوتا ہے جو مطلقاً قبر پر دعا کو

شرک وکفر کہتا ہے۔اوراس چوتھی قسم سے مجھے کچھ اختلاف ہے میرے نزدیک اس گمان میں کوئی حرج نہیں کہ متبرک مقامات پر بالخصوص قبرِ نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں جلد قبولیت کی امید ہے۔(ہدیۃ المھدی ص۳۳،۳۴)

پوری بحث دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ اہلحدیث میں سے علامہ شوکانی نے اس کی مخالفت کی اور یہ محض وحید الزمان کا مؤقف ہے، جیسا کہ اس نے خود بیان بھی کر دیا کہ ''عندی یعنی میرے نزدیک'' لیکن غازیپوری صاحب نے ایک مختصر سی بات نقل کر دی اور اسے تمام اہلِ حدیث کا مؤقف بنا دیا! یہ ان کی خیانت کا کمال ہے۔

تیرہویں غازیپوری خیانت: ''شیعوں کے ساتھ غیر مقلدین کی موافقت'' کے عنوان سے پہلے ابوبکر غازیپوری صاحب نے روافض کی کتب سے چند عبارتیں نقل کی ہیں جن میں ان کا نظریۂ امامت نقل کیا، پھر آگے چل کر لکھا: ''شیخ الکل فی الکل کے مشہور شاگردوں میں عبدالوہاب ملتانی بھی ہیں، امام اور امامت کے سلسلے میں ان کا مذہب بھی خاصا دلچسپ ہے، فرماتے ہیں: ''میں ہی امام وقت ہوں'' (آئینہ ص۲۱۶ بحوالہ منصب امامت ص۲)

پھر چند اقتباسات نقل کرنے کے بعد ملمع سازی کرتے ہوئے لکھا: ''کیسی خالص شیعیت بول رہی ہے، شیعہ کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے اس سے زیادہ کچھ نہیں ملے گا'' (آئینہ ص۲۱۷)

افسوس ہے اس غلط بیانی پر! شیعہ کی کتب میں تو کیا کچھ مل سکتا ہے؟ خود غازیپوری صاحب نے اپنی اس کتاب میں ان کی جو چند عبارتیں نقل کی ہیں انھیں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جوش میں غلط بیانی کر گئے ہیں۔ چونکہ انہوں نے نقل کیا: ''اصول کافی کے الفاظ ہیں:

''امام معصوم، موید، موفق اور تمام خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ ہوتا ہے'' (آئینہ ص۲۱۲)

جبکہ عبدالتواب ملتانی صاحب کی وہ کوئی ایسی عبارت پیش نہیں کر سکے جو اس جیسی ہو، چہ جائیکہ ''اس سے زیادہ''۔ ایک ''امام وقت'' کے الفاظ ہیں تو جس صاحب نے یہ حوالہ نقل کیا انھوں نے وضاحت بھی کر دی کہ امام وقت سے ان کی کیا مراد تھی، چنانچہ لکھا ہے:

''امام وقت کا یعنی خلیفہ کا دعویٰ کر بیٹھے'' (مقاصد امامت ص۲)

جس صفحہ۲ سے غازیپوری صاحب نے عبارت نقل کی اُسی میں یہ وضاحت موجود ہے خلافت اور خلیفہ اہل اسلام کی سیاست کا مسئلہ ہے اس سے شیعہ کے عقیدۂ امامت کا کیا تعلق ہے؟! یہ غازیپوری صاحب کی خیانت ہے کہ اس وضاحت کا ذکر تک نہیں کیا اور شیعہ کے ساتھ جاملایا۔

چودہویں غازیپوری خیانت: اسی صفحہ پر غازیپوری صاحب نے ایک عبارت یہ نقل کی: ''اور فرماتے ہیں: ''امام وقت اپنے نبی کا نائب ہوتا ہے اور جو حالت نبی کی ہوتی ہے وہی امام کی بھی ہوتی ہے'' (آئینہ ص ۲۱۶ بحوالہ مقاصد امامت ص ۱۴)

اس سے اگلی بات چھوڑ دی کہ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ''حالت'' سے کیا مراد ہے، اگلی عبارت اس طرح ہے ''نبی ﷺ کی حالت کیسی تھی وہ ابتداء میں کون سا جہاد کرتے تھے اور ابوبکر آخری حالتِ نبوت کے خلیفہ تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے سیاست سے کام کیا۔ اور دوسرے اس وقت معاملہ پکا پکایا تھا۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے۔ اس لئے ابتداءً سیاست کوئی ضروری امر نہیں'' (مقاصد امامت ص ۱۴)

لیکن غازیپوری صاحب نے خیانت کرتے ہوئے مختصر سی عبارت نقل کر دی ''اہلحدیث وشیعیت کی ہمنوائی'' ثابت کرنے کے لئے اور قارئین کو مغالطہ دینے کے لئے کہ یہ ''امامِ وقت'' اور نبی ﷺ کی ایک جیسی حالت کے قائل ہیں۔ حالانکہ ''حالت'' سے ملتانی صاحب کی مراد یہ تھی کہ جس طرح نبی ﷺ کے پاس ابتداءً حکومت وقوت ریاست نہ تھی بعد میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عطا فرما دی۔ اسی طرح امام کے پاس پہلے حکومت نہیں۔ پھر اسی کتاب ''مقاصد امامت'' میں ان کی اس بات کو زبردست طریقے سے رد کر دیا گیا ہے۔ یہ ملتانی صاحب کی کوئی اپنی کتاب نہیں، بلکہ انکے خلاف ہے، مسئلہ امامت وخلافت میں جمہور علماء اہلِ حدیث ملتانی صاحب سے مختلف مؤقف رکھتے تھے جس کے بیان کا یہ موقع نہیں۔

پندرہویں غازیپوری خیانت: ''غیر مقلدین کے مذہب میں متعہ جائز ہے'' اس عنوان کے تحت غازیپوری صاحب نے لکھا: ''اہل سنت وجماعت کا متعہ کی حرمت پر اتفاق

ہے، اسلام میں شیعوں کے علاوہ کوئی اس کا قائل نہیں.... لیکن غیر مقلدین جنھیں شذوذ کا چسکا لگا ہوا ہے ان کو اہل سنت اور جمہور مسلمین سے بعد اور اہل تشیع سے قرب ہی راس آتا ہے۔ کیسے ممکن تھا کہ اس اہم مسئلے میں اہل سنت و جماعت میں منضم ہو کر اپنا امتیاز و تفرد کھو بیٹھتے۔ سنئے نواب وحید الزمان حیدر آبادی اس باب میں اپنی جماعت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''متعہ کا جواز قرآن کی آیت قطعیہ سے ثابت ہے''

(آئینہ ص ۲۳۲ بحوالہ نزل الابرار ج ۲ ص ۳۳۔۳۴)

اللہ تعالیٰ کسی کو جھوٹ اور دروغ گوئی پر اتنا جری نہ کرے! یہ غازی پوری صاحب کی صریح غلط بیانی اور خیانت ہے۔ ایک تو محولہ صفحات پر اس عبارت کا وجود ہی نہیں، دوسرے یہ کہ جو بات وحید الزمان نے کی وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ انھوں نے ص ۳۳ پر باطل نکاح کی تین اقسام شغار، حلالہ اور متعہ کے نکاح کی وضاحت کرتے ہوئے متعہ کے بارے میں لکھا: ''اور نکاح متعہ و موقت بعض تابعین نیز ہمارے بعض اصحاب نے اس میں اختلاف کیا اور اسے جائز قرار دیا۔ چونکہ شریعت میں پہلے یہ جائز و ثابت تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ'' جن عورتوں سے تم نے فائدہ اٹھایا انہیں ان کا مہر ادا کر دو۔ اور ابن مسعود و ابی بن کعب کی قراءت ''وقت مقررہ تک'' صراحتاً متعہ کی اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ تو اباحت پر اجماع ہونے کی وجہ سے اباحت قطعی ہے اور تحریم ظنی ہے اور قطعی کو ظنی سے رفع نہیں کیا جا سکتا!

اور جمہور نے اس استدلال کا یہ جواب دیا کہ اسی طرح اس کے حرام ہونے پر بھی اجماع واقع ہوا ہے، دراصل اختلاف تو اس حرمت کی بقاء و ہمیشگی پر ہے کہ آیا یہ حرمت ہمیشہ کے لئے واقع ہوئی یا نہیں؟ اس ہمیشگی کے ظنی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ متعہ کا حرام ہونا بھی ظنی ہے جس سے یہ منسوخ ہوا۔ خلاصہ یہ کہ متفقہ حلال چیز کی ناسخ بھی متفقہ حرام ہی ہوگی .... پس ناسخ و منسوخ دونوں قطعی ہیں۔'' (نزل الابرار ص ۳۴۔۳۳)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ پہلے انہوں نے بعض افراد کا موقف و استدلال بتلایا جو

اباحت کے قائل ہیں۔ان کا بیان بتلایا کہ اباحت قطعی ہے، پھر جمہور نے جو جواب دیا وہ نقل کیا آگے بھی اس مسئلہ پر فریقین کے دلائل اور اُن پر محاکمہ کیا، پھر آخر میں لکھا:

''وقال الأوزاعی یترك من قول الحجاز متعة النساء و من قول أهل المدینة اتیان النساء فی أدبارهن والله أعلم بالصواب" اوزاعی نے کہا (بعض) اہل حجاز کے متعہ کے قول اور (بعض) اہل مدینہ کے عورتوں سے دبر میں جماع کے قول کو چھوڑا جائے۔(نزل الابرار ج۲ص۳۵)

اس کے باوجود غازیپوری صاحب نے غلط بیانی کی کہ وحید الزمان نے ''اپنی جماعت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھا'' جبکہ غازیپوری کی کہی ہوئی بات اس میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور وہ جواز متعہ کے قول کو ترک کرنے کا کہہ رہے ہیں، لیکن غازیپوری صاحب سرخی جماتے ہیں کہ ''غیر مقلدین کے مذہب میں متعہ جائز ہے'' یہ غازیپوری کی خیانت ہے۔ جماعت کا مذہب تو رہنے دیجئے، وحید الزمان نے خود اپنا بھی یہ مذہب نہیں بتایا۔

سولھویں غازیپوری خیانت: ''لاإلـه غیـرك کا قلب میں القاء'' اس عنوان کے تحت ابوبکر غازیپوری صاحب نے لکھا: ''غیر مقلدین کی ایک سرکردہ شخصیت سید عبداللہ غزنوی ہیں، سید صاحب جب اپنے جدامجد کی مقبول انام قبر پر پہونچے تو ان کے قلب مصفٰی پر "لاإلـه غیـرك" کا القاء ہوا، خود فرماتے ہیں: ''میں ایک روز اپنے دادا کی قبر پر پہونچا جو اس علاقے میں کافی مقبول ہے، تو میرے دل میں "لاإلـــه غیـــرك" کا القاء فرمایا گیا'' (یعنی آپ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں)

(آئینہ ص ۱۶۶، بحوالہ تاریخ اہلحدیث مولفہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ص ۳۰۸)

سب سے پہلے تو عرض کر دیں کہ دلائل کی روشنی میں ہم امتی پر الہام کے قائل نہیں تفصیل کے لئے دیکھئے: سورۃ آل عمران: ۱۸۹ اور سورۃ الجن: ۲۶، نیز صحیح بخاری (۲۶۴۱) اور ماہنامہ الحدیث، حضرو (عدد ۵۷ ص ۲۔۳)

اب اصل کتاب کی مکمل عبارت ملاحظہ کیجئے: ''میں ایک دفعہ اپنے دادا محمد شریف کی قبر پر

(جو اس علاقہ میں مقبول انام ہے) گیا تو مجھے القاء ہوا۔ لا إلـه غيرك میں نے محسوس کیا، اللہ نے مجھے جتلایا ہے۔ کہ اللہ کے سوا دوسرے کی طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت میں شرک ہے۔ قبروں پر اس نیت سے جانا۔ کہ فلاں مطلب حاصل ہو جائے توحید میں رخنہ ڈالنا ہے۔ اور کلمہ شہادت (لا إلہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے معنی کے مخالف ہے۔ اور اگر کوئی گمان کرے۔ کہ میں کسی نیک آدمی کی قبر پر اس لئے نہیں جاتا۔ کہ انسے کچھ سوال کروں۔ بلکہ اس لئے جاتا ہوں کہ وہ قبر مبارک مقام ہے وہاں میری دعا جلد قبول ہوگی۔ یہ بھی دین میں غلطی ہے۔ عبادت اور دعا کی قبولیت کے لئے شارع علیہ السلام نے ہر جگہ یا بہتر جگہ مسجد مقرر فرمائی ہے۔" (تاریخ اہلحدیث ص ۳۰۸ و فی نسخہ ص ۴۴۵)

یہ ہے وہ مکمل عبارت، لیکن غازیپوری صاحب نے اسے ادھورا نقل کر کے اس سے کس قدر خطرناک نتائج نکالے، ملاحظہ کیجئے، چوری اور سینہ زوری کی بدترین مثال سامنے آجائے گی۔ چنانچہ غازی پوری صاحب نے کہا: "حضرت تھانوی والا واقعہ حالتِ خواب کا ہے اور نیند کی حالت میں انسان مکلف نہیں ہوتا، اور غزنوی صاحب کا واقعہ بیداری اور مکمل شعور کی حالت کا ہے۔ غور فرمایئے کہ غزنوی صاحب کے دل میں ان کے دادا کے بارے میں یہ الہام ہو رہا ہے "لا الٰہ غیرک" آپ کے دلوں میں شرک اور خالص شرک کا الہام ہو تو خیر سے آپ مؤمن رہیں اور کوئی دیوبندی خواب میں بڑبڑادے "اشرف علی رسول اللہ" بس پورے عالم اسلام میں واویلا مچا دیا جائے، آپ شیطانی الہام کی تاویل میں سارا زور صرف کریں تو جائز، اور ہم اس خواب کی مناسب تعبیر بتائیں تو شرک اکبر؟"

(آئینہ ص ۱۶۷)

پوری عبارت آپکے سامنے ہے اس میں کہیں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ غزنوی صاحب کے دل میں ان کے دادا کے بارے میں یہ الہام ہوا.... لا الٰہ غیرک؟ کیا یہ محض غازیپوری کا افتراء اور سیاہ کارنامہ نہیں؟ غزنوی صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ جب دادا کی قبر پر گئے تو القاء ہوا "لا إلـه غيرك" میں نے محسوس کیا۔ اللہ نے مجھے جتلایا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے کی

طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت میں شرک ہے''لیکن غازیپوری صاحب صریح خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اس عبارت کو چھوڑ کر جو خالص توحید کی تعلیمات ہیں، اُسی سے شرک درآمد کررہے ہیں(!) کاش انھوں نے اتنا سوچا ہوتا کہ ''جو بہتان میں گھڑ رہاہوں اصل عبارت اس کا قطعاً ساتھ نہیں دے سکتی'' اگر عبداللہ غزنوی صاحب کو انکے دادا کے بارے میں یہ القاء ہوا ہوتا کہ وہ ''اِلٰہ'' ہیں (نعوذ باللہ) تو عبارت اسطرح ہوتی:

''لا اِلٰہ غیرہ'' انکے علاوہ کوئی الٰہ نہیں نہ کہ''لا اِلٰہ غیرک''! چونکہ اس کے معنی تو ہیں:

''تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں'' اور دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے ایک غازیپوری صاحب عربی سے اسقدر جاہل و بے خبر نہیں ہو سکتے کہ اتنی سی بات کی تمیز نہ ہو،لیکن اہلحدیث کے خلاف بغض وعداوت میں، نیز اپنے ''پیرمغاں'' اشرف علی تھانوی کے دفاع میں انھیں کچھ نہ ملا تو ایک اہلحدیث کی کتاب سے ادھوری بات نقل کر کے اس سے طبع زاد مفہوم اخذ کر کے اپنے دل اور دیوبندیوں کو مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کر گئے ۔ بزعم خود اُس جیسا بلکہ اُس سے زیادہ خطرناک واقعہ نکال لائے! لیکن شاید بقول خود اُن کے:

''ان...کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والوں کو پسند نہیں کرتا آخر کب تک دجل وفریب کا یہ بازار گرم رہے گا؟ کیا خدا قادر نہیں کہ ان کی جعل سازیوں کا پردہ فاش کردے''؟

(آئینہ ص ۷۸)

یہ غازیپوری صاحب کا اپنا بیان ہے ،اور ان کے کارنامے بھی آپ کے سامنے ہیں ۔ قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ''جعل سازی'' اور ''دجل وفریب'' کا بازار کس نے گرم کر رکھا ہے ،اور کس کی پختہ عادت بن چکی ہے؟ اب ذرا یہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ اس صریح خیانت کے فوراً بعد غازیپوری نے کس طرح انصاف کی دہائی دیتے ہوئے لکھا ہے:

''کہاں ہے انصاف؟ کیا عنقاء ہو گیا ہے؟ کہاں ہیں حق وصداقت کی آبرو رکھنے والے؟ کیا ناپید ہو گئے؟ ہاں! جب عصبیت کا عفریت دل ودماغ پر چھایا رہے گا تو عدل وانصاف کا گلا گھونٹا جاتا رہے گا،حق وصداقت کی دھجیاں اڑائی جاتی رہیں گی ،اور حق بات کہنا منہ میں

انگارہ رکھنے کے مرادف ہوگا" (آئینہ ص ۱۶۷)

غازیپوری صاحب کی ایسی کوششوں کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ واقعی انصاف عنقا ہو گیا، حق وصداقت کی آبرو رکھنے والے ناپید ہوگئے، عصبیت کا عفریت دل ودماغ پر چھا گیا، عدل وانصاف کا گلا بھی گھونٹا گیا اور حق وصداقت کی دھجیاں بھی اڑائی گئیں۔ایسی خیانتوں پر ایسے دادفریاد! سینہ زوری کے علاوہ اور کچھ نہیں، اس پر تو بس اتنا ہی تبصرہ کافی سمجھتے ہیں کہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد!

ذرا سوچئے! اسقدر عدل وانصاف کی باتیں کرنے والے بھی کس دیدہ دلیری سے خیانت کرتے چلے جاتے ہیں۔اب ذرا آیئے! اس قصہ کی طرف جو بقول غازیپوری صاحب ایک "دیوبندی کی خواب میں بڑبڑ" ہے۔اور "حضرت تھانوی والا واقعہ حالتِ خواب کا ہے اور نیند کی حالت میں انسان مکلّف نہیں ہوتا" پہلے وہ واقعہ ملاحظہ کیجئے، ایک مرید نے اشرف علی تھانوی صاحب کو لکھا:

"ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی اس لیے رسالہ حُسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے....اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا یہی خیال تھا لیکن حالت

بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں **اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز **بیداری** میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ''

(ماہنامہ ''الامداد'' از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون عدد ۸ ج ۳ بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵۔۳۴)

کوئی پوچھے عدل وانصاف، حق وصداقت اور دیانت کی دہائی دینے والے غازیپوری صاحب سے کہ جناب سائل کی بڑبڑ تو تھانوی صاحب کے علاوہ ہمارے اور آپکے بھی سامنے ہے اس نے ایک، دو نہیں بلکہ چار بار حالتِ بیداری کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ ''حضرت تھانوی والا واقعہ حالتِ خواب کا ہے اور نیند کی حالت میں''؟ ایسی صاف صاف غلط بیانی کی تعلیم کہاں سے پائی؟ کہ چار چار بار بیان کردہ ''حالتِ بیداری'' کو جناب ''حالتِ خواب ونیند'' قرار دے گئے۔ اپنی ارشاد فرمائی اس خلاف واقعہ بات کو کیسے سچ ثابت کریں گے! داد دیجئے تھانوی صاحب کی پیر گیری کو کہ مرید (بقول غازیپوری: بڑبڑا رہا ہے) کہہ رہا ہے کہ جاگتے میں بھی آپ پر درود پڑھ گیا، جس میں تھانوی کو ''سیدنا ونبینا ومولانا'' کہہ دیا، لیکن تھانوی صاحب اس پر تنبیہ کے بجائے جواب دیتے ہیں کہ

''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے''

اب یہ تو مفتیانِ دیوبند ہی بتائیں کہ جو خود کو ''نبینا'' کہنے والے پر انکار کے بجائے اپنے متبع سنت ہونے کا اعلان شائع کر دے، اس پر کیا فتویٰ ہے؟! (۲۰ر دسمبر ۲۰۱۰ء)

حافظ زبیر علی زئی

حکیم نور احمد یزدانی اور اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ؟

اصلی اہلِ سنت یعنی اہلِ حدیث کے خلاف دیوبندی حضرات کی طرف سے کتابیں، رسالے اور لٹریچر مسلسل شائع ہو رہا ہے اور اسی سلسلے میں حکیم نور احمد یزدانی دیوبندی کی کتاب: ''اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ'' بھی ہے، جس میں انھوں نے حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اخلاق کے دائرے میں رہ کر ہر شخص کو آزادیٔ اظہار اور اپنا موقف بیان کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے:

۱: فریقِ مخالف کے خلاف سخت اور ناپسندیدہ الفاظ سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔

۲: فریقِ مخالف کے خلاف صرف وہی دلیل پیش کی جائے، جسے وہ حجت تسلیم کرتا ہے۔

۳: فریقِ مخالف کے اصول و قواعد کو مدِ نظر رکھا جائے۔

۴: فریقِ مخالف کے خلاف الزامی دلیل کو اُس کی مسلّم شخصیات اور مسلّمہ کتب و عبارات سے پیش کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے خلاف اُن کی (محرّف) تورات سے حوالہ پیش کیا تھا۔

۵: ہر حال میں صداقت و امانت اور انصاف کا التزام کیا جائے اور کذب بیانی و غلط حوالوں سے اجتناب کیا جائے۔

۶: ہر حوالہ اصل کتاب سے لکھا جائے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ نور احمد یزدانی صاحب نے ادلۂ اربعہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) کے بارے میں لکھا ہے: ''نواب صدیق حسن خاں اور دیگر علماء اہل حدیث اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں: فرماتے ہیں:... یعنی اصول شرع کے چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔'' (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۳۴)

نوراحمد صاحب نے مزید لکھا ہے: ''مولانا ثناءاللہ مرحوم امرتسری فرماتے ہیں:
اہل حدیث کا مذہب ہے کہ دین کے اصول چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع، قیاس
(رسالہ اہل حدیث ص43)'' (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۴۳۔۴۴)

عرض ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن، صحیح و مقبول حدیث اور ثابت شدہ صحیح اجماع شرعی حجت ہیں اور ضرورت کے وقت اجتہاد جائز ہے اور قیاسِ صحیح بھی اجتہاد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ نیز عرض ہے کہ حکیم نوراحمد یزدانی صاحب کی مذکورہ کتاب سے چار مثالیں پیشِ خدمت ہیں، جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے اپنی اس کتاب میں صداقت و امانت اور انصاف کو مدِنظر نہیں رکھا:

مثال اول: حکیم نوراحمد صاحب نے بحوالہ نہج البلاغہ (۹۱/۳) لکھا ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اوقات نماز کے بارے میں اپنے امراء کے نام مندرجہ ذیل مراسلہ بھیجا:
......بعد حمد و صلوٰۃ پس لوگوں کو ظہر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب سورج بکریوں کے باڑے کی دیوار سے ڈھل جائے اور سایۂ دیوار کے طول کے مطابق ہو (جیسا کہ ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہوتا ہے) اور نماز عصر اس وقت پڑھاؤ جبکہ سورج سفید زندہ ہو...''
(اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۶۴)

کہا جاتا ہے کہ نہج البلاغہ نامی کتاب کو شریف رضی محمد بن حسین بن موسیٰ الشیعی (متوفی ۴۰۶ھ) نے لکھا ہے، لیکن شریف رضی سے لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک متصل صحیح سند موجود نہیں اور نہ شریف رضی تک کوئی متصل صحیح سند موجود ہے۔

اہلِ سنت میں سے اسماء الرجال کے ایک امام حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے شریف رضی کے تذکرے میں لکھا ہے: ''شاعر بغداد، رافضي جلد'' بغداد کا شاعر، کٹر رافضی۔
(میزان الاعتدال ۵۲۳/۳ ت ۷۴۱۸)

حافظ ذہبی نے مزید فرمایا: ''علي بن الحسين الحسيني الشريف المرتضى المتكلم الرافضي المعتزلي ... هو المتهم بوضع كتاب نهج البلاغة ... و

من طالع كتابه نهج البلاغة جزم بأنه مكذوب على أمير المؤمنين علي رضي اللّٰه عنه ، ففيه السب الصراح والحطّ على السيّدين أبي بكر و عمر رضي اللّٰه عنهما ..." علی بن حسین الحسینی شریف المرتضی، متکلم رافضی معتزلی...نہج البلاغہ کتاب گھڑنے کی تہمت اس پر ہے...اور جس نے اس کی کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا تو وہ بالجزم کہتا ہے کہ یہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ ہے، اس میں صریح گالیاں اور سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی توہین ہے... (میزان الاعتدال ۳/۱۲۴ ت ۵۸۲۷)

نیز دیکھئے لسان المیزان (ج ۴ ص ۲۲۳۔۲۲۴، نسخہ محققہ ۵/ ۱۷۔۲۰)

معلوم ہوا کہ اس بے سند کتاب کو محمد بن حسین، یا علی بن حسین نے خود لکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا تھا، یا یہ دونوں اس کتاب (نہج البلاغہ) کے وضع کرنے میں شریک تھے۔ واللہ اعلم

نہج البلاغہ ان کتابوں میں سے ہے، جن سے علمائے عرب نے ڈرایا ہے اور اُسے موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے۔ (دیکھئے کتب حذر منھا العلماء ج ۲ ص ۲۵۰۔۲۵۷)

شیعہ امامیہ جعفریہ اثنا عشریہ کی اس کتاب (نہج البلاغہ) کو اہلِ سنت (اہل حدیث) کے خلاف بطورِ حجت پیش کرنا غلط بلکہ ظلم عظیم ہے۔

شیعہ کی کتاب نہج البلاغہ کے حوالۂ مذکورہ کے رد میں عرض ہے کہ اہل سنت کی مشہور کتاب موطأ امام مالک میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو لکھ کر حکم دیا: " أن صلّ الظهر إذا زاغت الشمس "

جب سورج ڈھل جائے تو ظہر پڑھ۔ (روایۃ یحییٰ ۱/ ۷ ح ۶ وسندہ صحیح)

مشہور ثقہ تابعی سوید بن غفلہ رحمہ اللہ نمازِ ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور فرمایا: ہم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت پر نماز ظہر ادا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۳ ح ۳۲۷۱ وسندہ صحیح)

اسلم مولیٰ عمر کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سائے سے لے کر ایک مثل تک رہتا ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ۲/ ۳۲۸ ث ۹۴۸ وسندہ صحیح)

مثال دوم: اہلِ حدیث، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جہری نمازوں میں امام و مقتدی دونوں آمین بالجہر کہتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک آمین بالجہر مرجوح اور آمین بالسر راجح ہے۔ نور احمد یزدانی صاحب نے آمین بالسر کی دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے:

''دلیل 6: عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلْمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عن حُجْرِ ابنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْن و خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ. (انوار السنن صفحہ ۴۸)

یعنی وائل ابن حجر نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ولا الضالین پڑھا پھر آپ نے پست آواز سے آمین کہی۔

نوٹ: ترمذی نے بھی بسند سفیان اس حدیث کو بیان کیا جس سے جہراً آمین ثابت ہوتا ہے لیکن اس سند میں راوی علاء بن صالح شیعہ ہے اور یہ روایت وکیع کے واسطے سے مذکور ہے اور وکیع بالاتفاق ثقہ و معتبر ہے۔'' (اصلی صلوٰۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۷۰۔۱۷۱)

عرض ہے کہ نور احمد صاحب کی مذکورہ روایت (جس پر زیر وز بروپیش و جزم وغیرہ بھی لگے ہوئے ہیں) نہ تو مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے اور نہ حدیث کی باسند کسی کتاب میں، لہٰذا نور احمد صاحب اور ان کے ممدوح صاحبِ انوار السنن (؟) دونوں نے غلط بیان کی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں تو درج ذیل روایت و متن موجود ہے:

''حدثنا وکیع ثنا سفیان عن سلمة بن کھیل عن حجر بن عنبس عن وائل ابن حجر قال: سمعت النبي ﷺ قرأ ﴿ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ فقال: آمین، یمدبھا صوته'' (ج ۲ ص ۴۲۵، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۷۹۶۰، عوامہ والا نسخہ ج ۵ ص ۳۱۰۔۳۱۱ ح ۸۰۴۳، چوتھا نسخہ ج ۳ ص ۴۴۸ ح ۸۰۳۵)

یہ روایت اسی سند و متن کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ کے دوسرے مقام پر بھی موجود

ہے۔ (دیکھئے ج ۱۰ص ۵۲۵ ح ۳۰۱۴۶)

اور یہی وہ معرکۃ الآراء روایت ہے، جسے اسی سند و متن کے ساتھ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے امام ابوحنیفہ کے خلاف بطورِ رد پیش کیا ہے:

(ج ۱۴ص ۲۴۴۔۲۴۵ ح ۳۶۳۸۳ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الرد علیٰ ابی حنیفہ)

کتنا بڑا ظلم ہے کہ نور احمد دیوبندی صاحب نے ''یمدبها صوته'' کو بدل کر ''خفض بها صوته'' کر دیا ہے۔ کیا آلِ دیوبند میں کوئی بھی انصاف پسند نہیں جو ایسی حرکتوں سے منع کرے؟!

امام وکیع کی مذکورہ روایت کو امام احمد بن حنبل نے ''یمدّ بها صوته'' کے الفاظ سے اپنی مشہور کتاب: المسند میں روایت کیا ہے۔ (دیکھئے ج ۴ص ۳۱۶ ح ۱۸۸۴۲)

سنن دارقطنی میں بھی یہی روایت وکیع اور محاربی قالا: ثنا سفیان إلخ کی سند و متن (یعنی یمدّ بها صوته) سے موجود ہے۔ امام دارقطنی نے فرمایا: ''هذا صحیح'' یہ صحیح ہے۔ (ج ۱ص ۳۳۳۔۳۳۴ ح ۱۲۵۳)

تنبیہ: راقم الحروف نے آثار السنن للنیموی کی روایات کی تحقیق اور اہلِ حدیث پر اعتراضات کے جواب میں انوار السنن کے نام سے ایک کتاب عربی و اردو میں لکھی ہے، جو ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ یسر اللہ لنا طبعہ (آمین)

دیوبندی علماء آمین بالجہر کہیں یا بالسر کہیں، یہ اُن کی مرضی ہے، لیکن انھیں یہ حق قطعاً حاصل نہیں کہ اپنی طرف سے متن بنا کر صحیح سند کے ساتھ فٹ کر دیں اور پھر اس خود ساختہ روایت سے مسائل اختلافیہ میں استدلال شروع کر دیں۔ آخر ایک دن اللہ رب العالمین کے دربار میں حاضری بھی ہوگی، اُس دن ایسی حرکتوں کا کیا جواب سوچ رکھا ہے؟!

نور احمد صاحب کا اثنا عشری جعفری شیعوں کی مشہور کتاب نہج البلاغہ کو اہلِ سنت کے خلاف پیش کرنا اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی علاء بن صالح کو شیعہ قرار دے کر جرح کرنا بہت بڑی ستم ظریفی اور تضاد ہے، نیز عرض ہے کہ علاء بن صالح پر یہاں

جرح چار وجہ سے مردود ہے:

۱: علاء بن صالح کا شیعہ ہونا ثابت نہیں اور میزان الاعتدال میں امام ابوحاتم الرازی کی طرف "کان من عتق الشیعة" کا جو قول منسوب ہے، امام ابوحاتم سے یہ قول ثابت نہیں بلکہ انھوں نے علاء بن صالح کے بارے میں فرمایا: "لا بأس به" اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج۶ ص۳۵۷)

جب یہ قول ثابت ہی نہیں تو پھر علاء بن صالح پر شیعہ ہونے کا اعتراض اصلاً باطل و مردود ہے۔

۲: متقدمین کا کسی راوی کو صرف شیعہ کہہ دینا، اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ راوی اثنا عشری جعفری شیعہ تھا، بلکہ متقدمین کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینا بھی تشیع کہلاتا تھا۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۱/۵ ت۲)

۳: علاء بن صالح کو امام یحییٰ بن معین، یعقوب بن سفیان الفارسی، عجلی، ابوحاتم الرازی، ابوزرعہ الرازی اور ابن حبان وغیرہم یعنی جمہور محدثین نے ثقہ ولا بأس بہ قرار دیا، نیز ان کی بیان کردہ احادیث کو حسن اور صحیح کہا۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

"بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" (احسن الکلام ج۱ ص۶۱)

عرض ہے کہ حکیم نور احمد صاحب نے علاء بن صالح پر جرح کرتے ہوئے جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا دامن چھوڑ دیا ہے۔!

۴: علاء بن صالح اس روایت میں منفرد نہیں، بلکہ درج ذیل راویوں نے بھی یہ حدیث اسی مفہوم کے ساتھ سفیان ثوری سے بیان کی ہے:

☆ محمد بن کثیر العبدی: ورفع بها صوته.

(سنن ابی داود: ۹۳۲، سنن دارمی: ۱۲۵۰، بلفظ ویرفع بها صوته)

☆ ابوداود عمر بن سعد الحفری: رفع بها صوته.

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۵۷، معرفۃ السنن والآثار ۱/ ۵۳۰ ح ۷۳۸)

☆ محمد بن یوسف بن واقد الفریابی: يرفع صوته بآمين. (سنن دارقطنی ۱/ ۳۳۳ ح ۱۲۵۴)

☆ قبیصہ بن عقبہ: يرفع بها صوته. (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/ ۴۴ ح ۱۱۱)

کیا اتنے راویوں کی متابعات کے بعد بھی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی علاء بن صالح کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہی ہے اور شیعوں کی نہج البلاغہ قابلِ اعتماد ہے؟!

فائدہ: سنن ابی داود (۹۳۳) کی روایت میں علی بن صالح نے علاء بن صالح کی متابعت کی ہے، لیکن یہاں علی بن صالح کا نام مشکوک ہے، لہٰذا میں نے اس سے استدلال نہیں کیا۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے آمین بالجہر والی حدیث کو (جو مختلف الفاظ اور جہری مفہوم کے ساتھ مروی ہے) درج ذیل محدثین نے صحیح وحسن کہا ہے:

دارقطنی، ابن حجر العسقلانی، بغوی، ابن القیم اور ترمذی

(دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۳۱)

جبکہ امام شعبہ والی روایت شاذ ومعلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مثال سوم: اول نماز پڑھنے کے بارے میں نور احمد یزدانی صاحب نے سُرخی جماتے ہوئے لکھا ہے: ”اول وقت کی حدیثیں ضعیف ہیں

انصاف کی رو سے ان روایات سے احتجاج درست نہیں۔“ (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۷۲)

عرض ہے کہ امام ابن خزیمہ نے فرمایا: ” **نا بندار بن بشار: حدثنا عثمان بن عمر: نا ملك بن مغول عن الوليد بن العيزار عن أبي عمرو الشيباني عن عبد الله بن مسعود قال: سألت رسول الله ﷺ أي العمل أفضل؟ قال: الصلاة في أول وقتها.** “ (صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۱۶۹ ح ۳۲۷)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اول وقت میں نماز پڑھنا۔

مختصر تخریج: اسے ابن حبان (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۴۷۳، ۱۴۷۷) اور حاکم (المستدرک ۱/ ۱۸۸ ح ۶۷۵) نے بندار سے اور حاکم (ح ۶۷۴) نے الحسن بن مکرم: ثنا **عثمان بن عمر** کی سند سے روایت کیا ہے اور درج ذیل اماموں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

۱: ابن خزیمہ
۲: ابن حبان
۳: حاکم (صحیح علیٰ شرط الشیخین)
۴: ذہبی (صحیح علیٰ شرطهما)

اب اس سند کے راویوں کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

۱: **سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور صحابی**
۲: **ابوعمرو الشیبانی سعد بن ایاس رحمہ اللہ ثقہ مخضرم** (تقریب التہذیب: ۲۲۳۳)
۳: **الولید بن عیزار ثقة** (تقریب التہذیب: ۷۴۴۶)
۴: **مالک بن مغول ثقة ثبت** (تقریب التہذیب ۶۴۵۱)
۵: **عثمان بن عمر بن فارس صالح ثقة** (الکاشف للذہبی ۲/ ۲۹۳ ت ۳۷۱۹)
۶: **محمد بن بشار عرف بندار ثقة** (تقریب التہذیب: ۵۷۵۴)
الحسن بن مکرم الإمام الثقة (سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۱۹۲)

المستدرک للحاکم میں اس حدیث کے دو شواہد بھی ہیں:

۱: **علي بن حفص المدائني ثنا شعبة عن الولید بن العیزار إلخ...** (ح ۶۷۶)
۲: **حدیث الحسن بن علي بن شبیب العمري و باقي السند صحیح.** (ح ۶۷۷)

اول وقت میں نماز پڑھنے والی صحیح حدیث کو نور احمد صاحب نے ضعیف قرار دیا، لیکن دوسری طرف ایک بے سند روایت کے بارے میں بحوالہ قاضی شمس الدین (!) لکھا ہے:

''اور بدائع میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا دس صحابہ جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف شروع نماز کی تکبیر کے ساتھ۔'' (اصلی صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۸۸)

عرض ہے کہ بدائع الصنائع ہو یا کوئی کتاب، کیا کسی کتاب میں اس روایت کی متصل اور صحیح سند موجود ہے؟

حکیم نور احمد صاحب تو اگلے جہان پہنچ چکے ہیں، لہٰذا آلِ دیوبند کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ بدائع نامی حنفی کتاب کی مذکورہ روایت باسند متصل پیش کریں اور اصولِ حدیث سے اس کا صحیح ہونا بھی ثابت کریں، یا پھر یہ اعلان کر دیں کہ ان کے حکیم نور احمد صاحب نے موضوع و بے سند روایت سے استدلال کیا ہے۔

مثال چہارم: حکیم نور احمد صاحب نے لکھا ہے:

''قرأت خلف الامام کی حدیثیں غیر صریح اور ضعیف ہیں'' (اصلی صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۴)

حالانکہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر کئی صحیح حدیثیں موجود ہیں اور نافع بن محمود (ثقہ تابعی) رحمہ اللہ کی سند سے سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ پڑھتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں!

آپ نے فرمایا: نہ پڑھو سوائے سورۂ فاتحہ کے، کیونکہ بے شک جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(کتاب القراءت خلف الامام للبیہقی ص ۶۴ ح ۱۲۱، وقال البیہقی: ''و هذا إسناد صحيح و رواته ثقات'')

اس حدیث کو درج ذیل اماموں نے صحیح و حسن قرار دیا ہے:

۱: امام بیہقی رحمہ اللہ

۲: امام دارقطنی رحمہ اللہ قال: ''هذا إسناد حسن و رجاله ثقات كلهم''

(سنن الدارقطنی ۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

۳: الضیاء المقدسی، رواہ فی المختارۃ (۸/۳۴۶۔۳۴۷ ح ۴۲۱)

اس حدیث کے جلیل القدر راوی سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: "یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں..." (احسن الکلام ج ۱ ص ۱۵۶، طبع جون ۲۰۰۶ء)

تنبیہ: "کے مقابلہ میں" والی بات بالکل غلط ہے، جس کے رد کے لئے میری کتاب: الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہر یہی کافی ہے۔ والحمدللہ

جملۂ معترضہ کے بعد عرض ہے کہ دوسری طرف نور احمد صاحب نے عباد بن صہیب نامی راوی کی وہ روایت پیش کی ہے، جس میں دورانِ وضوء مختلف دعائیں پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد نور احمد صاحب نے رحمۃ المھداۃ نامی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے:

"لیکن ابو داود کہتے کہ وہ قدری تھا اور سچا تھا۔ امام احمد نے فرمایا اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔" (اصلی صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۸۹)

عرض ہے کہ امام ابو داود کی طرف منسوب یہ قول ابو عبید الآجری کے مجہول ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں اور امام احمد کا قول توثیق نہیں ہے۔

اب عباد بن صہیب پر جمہور محدثین کی جروح صحیح حوالوں سے پیشِ خدمت ہیں:

۱: ابو حاتم الرازی نے کہا: "ضعیف الحدیث منکر الحدیث، ترك حدیثه" (الجرح والتعدیل ۶/۸۲)

۲: ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا: ہم نے عباد بن صہیب کے مرنے سے بیس سال پہلے اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔ (ایضاً ص ۸۱ وسندہ صحیح)

۳: علی بن المدینی نے کہا: "ذهب حدیثه" اس کی حدیث ختم ہو چکی ہے۔ (ایضاً ص ۸۱)

۴: ابن ابی حاتم نے کہا: " روی عنه من لم یفهم العلم " اس سے اس نے روایت

بیان کی ہے جو علم نہیں سمجھتا۔ (ایضاً ص ۸۱)

۵: امام بخاری نے فرمایا: " تركوه " انھوں (محدثین) نے اسے ترک کردیا۔

(کتاب الضعفاء: ۲۲۷)

۶: امام نسائی نے فرمایا: " متروك الحديث " (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۴۱۱)

۷: ابن حبان نے کہا: وہ قدری تھا (اور) قدریت (بدعت) کی طرف دعوت دینے والا تھا، اس کے ساتھ وہ مشہور لوگوں سے منکر حدیثیں بیان کرتا، جنھیں سن کر علم حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ حدیثیں موضوع ہیں۔

پھر حافظ ابن حبان نے وضوء کے دوران میں دعاؤں والی روایت کو ذکر کیا۔

(کتاب المجروحین ۲/۱۶۴۔۱۶۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۵۴۔۱۵۵)

۸: عقیلی نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا۔ (دیکھئے الضعفاء للعقیلی ۳/۱۴۴۔۱۴۵)

۹: جوزجانی نے کہا: وہ اپنی بدعت میں غالی تھا، باطل چیزوں کے ساتھ جھگڑے کرتا تھا۔

(احوال الرجال: ۱۷۸)

۱۰: ابن سعد نے کہا: اور وہ قدیم تھا، لیکن وہ قدریت کی طرف دعوت دینے والا تھا، لہٰذا اس کی حدیث متروک ہوگئی۔ (طبقات ابن سعد ۷/۲۹۷)

۱۱: حافظ ذہبی نے عباد بن صہیب کے بارے میں فرمایا: " كذاب هالك "

جھوٹا (اور) ہلاک کرنے والا ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین ۲/۱۴ ت ۲۰۷۴)

حافظ ذہبی نے عباد بن صہیب کی وضوء کے درمیان اذکار والی روایت کے بارے میں فرمایا: " باطل " باطل ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/۳۶۷ ت ۴۱۲۲)

۱۲: یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: عباد (بن صہیب) اور (ایوب) ابن خوط کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۲۶۶)

۱۳: ہیثمی نے کہا: عباد بن صہیب متروک ہے اور اس پر (محدثین کی طرف سے) وضعِ حدیث کی تہمت ہے (یعنی محدثین نے اسے کذاب قرار دیا) اور ابوداود نے اس کی توثیق

کی۔ (مجمع الزوائد ۷/۱۹۶)

عرض ہے کہ ابوداود کی توثیق ان سے ثابت نہیں، اس توثیق کا راوی ابوعبید الآجری ہے اور اس کا ثقہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

۱۴: محمد بن بشار العبدی نے کہا: ''مبتدع خبیث'' خبیث بدعتی ہے۔

(الضعفاء لابی زرعہ الرازی ص ۳۶۸ ج ۲)

۱۵: ابوزرعہ الرازی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۶۳۵ ت ۲۰۰)

۱۶: ابن الجوزی نے اسے الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۷۴ ت ۱۷۷۷)

۱۷: سیوطی نے کہا: ''عباد متروكٌ'' عباد متروک ہے۔ (اللآلی المصنوعۃ ۱/۱۱۴)

۱۸: حسین بن ابراہیم الجورقانی الہمدانی نے عباد بن صہیب کی بیان کردہ ایک روایت کو "هذا حديث باطل" کہا۔ (الاباطیل والمناکیر ۲/۲۴۲ ح ۶۳۷)

۱۹: ابن الملقن نے عباد بن صہیب کو متروک کہا۔ (البدر المنیر ۲/۱۳۵)

۲۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: "و فيه عباس (كذا، و الصواب: عباد) بن صهيب وهو متروك" (التلخيص الحبير ۱/۱۰۰ ح ۱۱۷)

ان کے علاوہ دیگر علماء سے بھی عباد مذکور پر شدید جروح مروی ہیں، مثلاً ابن حماد دولابی حنفی نے کہا: ''متروك الحديث'' (الکامل لابن عدی ۴/۱۶۵۲، دوسرا نسخہ ۵/۵۵۷)

ایسے شدید مجروح و متروک راوی کی روایت پیش کر کے اور صحیح احادیث کو ضعیف کہہ کر نور احمد یزدانی صاحب نے کون سے انصاف سے کام لیا ہے؟ انصاف تو یہ تھا کہ یہ لوگ صحیح و ثابت روایات لکھتے، ضعیف روایات سے اجتناب کرتے، صحیح احادیث کو تسلیم کرتے اور صداقت، دیانت و امانت سے کام لیتے لیکن غیرت تھا نام جس کا گئی تیمور کے گھر سے!!

کیا تحقیق اور کتابیں لکھنا اسی کا نام ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں کو ضعیف اور ضعیف و مجروح راویوں کو ثقہ و صدوق ثابت کرنے کی کوشش کی جائے یا....؟!

(۲۴/ مارچ ۲۰۱۱ء)

محمد زبیر صادق آبادی

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخیاں

(نمبر ۹ تا ۱۲)

دورُخی نمبر ۹: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ایک ثقہ اور مشہور راوی ابن جریج ہیں، جن کے بارے میں مشہور دیوبندی محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

''حضرت ابن جریجؒ حدیث اور فقہ کے معروف امام ہیں'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۵۲)

لیکن امین اوکاڑوی نے ان کے بارے میں دوغلی پالیسی اختیار کر رکھی تھی، کبھی ان کی روایتوں سے استدلال کیا اور کبھی جرح کرتے ہوئے رد کر دیا۔ چنانچہ امین اوکاڑوی نے مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مناظرے میں کہا: ''دوسرا راوی ہے ابن جریج یہ وہ ہے کہ میزان میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں نوے عورتوں سے متعہ کیا۔ میں حیران ہوں کہ حضرت کے پاس ایسے راوی رکھے ہیں'' (فتوحات صفدر ۱/۳۶۳ دوسرا نسخہ ۱/۳۲۶)

امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ کہا: ''اس نے مکہ میں رہ کر متعہ بھی کیا تھا اب یہ متعہ والوں کے پاس جاتے ہیں جو رات کو سوتے وقت ایک چھٹانک تیل ...ڈالتا تھا قوت باہ کے لئے۔ دیکھو اب کتنا اچھا آدمی ڈھونڈا ہے اس میں اس کا تو کچھ نہیں بنتا لیکن یہ پتہ چل گیا کہ شیعہ ہیں کیونکہ وہیں جاتے ہیں۔ بھاگ بھاگ کر متعہ والوں کے پاس ہی جاتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۱۹۵، دوسرا نسخہ ۱/۱۶۹)

[تنبیہ: فتوحات صفدر (۱/۱۹۵) میں غلطی سے ابن جریج کی جگہ ابن جریر چھپ گیا ہے۔ اور نقطوں والی عبارت محمود عالم صفدر نے جان بوجھ کر چھوڑی ہے۔]

امین اوکاڑوی کے سامنے کسی اہل حدیث نے یہ روایت پیش کی کہ ''ابن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے آمین کہی اور آپ کے مقتدیوں نے بھی، یہاں تک کہ مسجد بھی گونج گئی۔''

(فتوحات صفدر ۲/۲۰۰)

تو امین اوکاڑوی نے اس کے جواب میں کہا: ''بخاری نے اسکی کوئی سند بیان نہیں کی، البتہ مصنف عبدالرزاق میں اس کی سند ہے جس کا راوی ابن جریج ہے۔ مناظر اہل سنت نے بتایا کہ اس شخص نے نوے عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ (میزان الاعتدال ص)

سامعین یہ سن کر توبہ توبہ کر اٹھے کہ نوے عورتوں سے متعہ یہ تو شیعوں سے بھی بڑھ گئے خدا کی پناہ۔'' (فتوحات صفدر ۲/۲۰۰)

ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت پیش کرنے کی وجہ سے امین اوکاڑوی نے اہل حدیث سے مزید کہا: ''ایک متعہ کرنے والے کی چوکھٹ چاٹ رہے ہیں۔ آہ! یہ کتنا بڑا المیہ تھا کہ قرآن وحدیث کو متعہ خانے کے دروازے پر ذبح کیا جا رہا ہے۔'' (فتوحات صفدر ۲/۲۰۰)

قارئین کرام! آپ یہ جان کر بھی حیران ہوں گے کہ جس روایت کو پیش کرنے کی وجہ سے امین اوکاڑوی اپنے جاہل عوام کو توبہ توبہ کروا رہا تھا، اسی روایت کا پہلا حصہ اوکاڑوی نے دوسری جگہ اپنی تائید میں پیش کر کے کہا: ''صحیح بخاری میں یہ بھی عطاء کا قول موجود ہے۔ قال عطا آمین دعا عطاؒ کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے ایک بات ثابت ہوگئی''

(فتوحات صفدر ۱/۳۴۲، دوسرا نسخہ ۱/۳۰۶)

نیز دیکھئے تجلیات صفدر (۳/۱۱۲، ۵/۴۷۰)

امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ اہل حدیث کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اہل طائف نے نماز تراویح میں ایک بچے کو امام بنالیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بطور خوشخبری یہ بات لکھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں ہرگز نہیں چاہئے کہ لوگوں کا امام ایسے بچے کو بناؤ جس پر حدود واجب نہیں (عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)'' (تجلیات صفدر ۵/۶۱)

قارئین کرام! اس روایت کے راوی بھی ابن جریج ہیں اور ابن جریج کی روایت سے امین اوکاڑوی کا استدلال کرنا، امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔ امین اوکاڑوی نے ایک چالاکی تو یہ کی کہ ابن جریج کا نام چھپایا جو خود اوکاڑوی کے نزدیک انتہائی مجروح راوی ہے اور دوسری چالاکی امین اوکاڑوی نے یہ کی کہ عمر بن عبدالعزیز کو ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' لکھا

تا کہ عام آدمی یہی سمجھے کہ یہ مشہور صحابی خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

قارئین کرام! آپ یہ جان کر اور بھی حیران ہوں گے کہ اگر کوئی اہل حدیث ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت پیش کرے تو امین اوکاڑوی اپنے عوام سے توبہ توبہ کرواتا تھا لیکن دوسری طرف امین اوکاڑوی نے دیوبندیوں کی مشہور کتاب: ''حدیث اور اہل حدیث'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مولانا انوار خورشید مدظلہ نے اردو خوان حضرات کو اس جھوٹے پروپیگنڈے سے بچانے کے لئے ایک کتاب ''حدیث اور اہل حدیث'' نامی تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے عجیب قبولیت عطا فرمائی۔'' (تجلیات صفدر ۳۰۴/۷)

اوکاڑوی نے مزید لکھا: ''احادیث مقدسہ کے اس حسین گلدستہ کے شائع ہونے پر سب سے زیادہ تکلیف اور بوکھلاہٹ نام نہاد فرقہ اہل حدیث کو ہوئی'' (تجلیات صفدر ۳۰۵/۷)

اور ''حدیث اور اہل حدیث'' کے مؤلف انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ...'' (حدیث اور اہل حدیث ص ۱۶۵)

چونکہ انوار خورشید نے اپنی کتاب میں چند احادیث کے سوا سند نقل کرنے کا التزام نہیں کیا، لہٰذا نہ جانے کتنی روایات میں ابن جریج رحمہ اللہ ہوں گے، البتہ چند صفحات کی نشاندہی پیش خدمت ہے، جہاں ابن جریج کا نام لے کر ان کی روایت کو قبول کیا گیا ہے۔

''حدیث اور اہل حدیث'' کے صفحات درج ذیل ہیں:

ص ۱۶۵، ۱۷۲، ۱۹۱، ۲۸۸، ۴۸۰، ۴۹۳، ۵۴۰، ۵۵۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۸۱۷، ۸۵۰، ۸۸۵

قارئین کرام! آپ نے امین اوکاڑوی کی دورُخی تو ملاحظہ فرمالی اور دوغلی پالیسی والے کے متعلق اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آپ اس طرز عمل پر جتنا بھی فخر کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان شرا لناس عند اللہ ذاالوجھین ۔ یعنی ''دوغلا آدمی خدا کی نظر میں بدترین ہے'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال اس بکری سے دی ہے جو دو بکروں کے درمیان گردش کرتی ہے'' (تجلیات صفدر ۱۷/۶)

دورُخی نمبر ۱۰: مستدرک حاکم کے مصنف امام حاکم رحمہ اللہ کے متعلق امین اوکاڑوی

نے لکھا ہے: ''دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۶)

امام حاکم کے متعلق امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

''دوسرا راوی ابوعبداللہ الحافظ رافضی خبیث ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۱۷)

لیکن دوسری جگہ امین اوکاڑوی نے امام حاکم رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''امام ابوعبداللہ الحاکم الحافظ الکبیر امام المحدثین، امام اہل الحدیث فی عصرہ العارف بہ حق معرفتہ (تذکرہ ج ۳ ص ۲۳۱، احسن الکلام)'' (تجلیات صفدر ۵/۱۶۲)

امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۲/۱۰۹) پر امام حاکم کا شمار اہل سنت میں کیا۔

لہٰذا یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

دورُخی نمبر ۱۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان ''اقرأ بها في نفسك'' کا معنی امین اوکاڑوی نے بزعم خود یہ ثابت کرنے کے بعد کہ/صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بدعتی اماموں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے تھے جو امام بن کر بھی سری نمازوں میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ نہیں پڑھتے تھے تو ایسے امام کے پیچھے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی تھی/ چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''...خلافت راشدہ کے بعد بعض ایسے حاکم بنے جیسے ابن زیاد انہوں نے ایک نئی بدعت کا آغاز کیا کہ وہ خود جماعت کراتے اور سری نمازوں میں امام بن کر بھی فاتحہ اور سورۃ نہ پڑھتے (مصنف عبدالرزاق ص ۱۱۴ ج ۲) تو ایسے اماموں کے پیچھے صحابہ خود قرأت کر لیتے یہاں بھی یہی حالت ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب حدیث سنائی تو ابوسائب نے سوال پوچھا انا نکون احیانًا وراء الامام ہم کبھی کبھار اس امام کے پیچھے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ صحابہ تابعین نماز باجماعت کے پابند تھے البتہ کبھی کبھار ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑتی تھی تو ابوسائب نے اشارۃً ایسے امام کا مسئلہ پوچھا فغمز ذراعی تو حضرت ابو ہریرہؓ اس کا ہاتھ دبا کر ایسے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی اجازت دے دی ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ صحیح صریح احادیث کے خلاف فتویٰ کیسے دے سکتے تھے۔''

(تجلیات صفدر ۴/۲۶۷)

لیکن جب امین اوکاڑوی نے دیکھا کہ اسی روایت (اقرأ بها في نفسك) کے بعض طرق (یعنی بعض سندوں) میں امام کی جہری قراءت کا ثبوت موجود ہے تو اوکاڑوی نے پینترا بدلا، کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میرا سارا فلسفہ باطل ہو چکا ہے اور تجلیات صفدر (۲۶۷/۴) میں کیا ہوا معنی دیوبندی مسلک کے لئے خطرناک ہے تو امین اوکاڑوی نے "اقرأ بها في نفسك" کا معنی تبدیل کر دیا، چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"(ابوسائب کہتے ہیں) میں نے کہا: اے ابو ہریرہؓ! جب میں امام کے پیچھے ہوں اور وہ اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو میں سورۂ فاتحہ کیسے پڑھوں؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اے فارسی! خرابی ہے تیرے لئے اس کو اپنے دل میں سوچ لیا کرو۔" (جزء القراۃ ص۸۲ ح۷۳)

یہ امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی ہے۔

فائدہ: مصنف عبدالرزاق کی روایت (جس کی طرف اوکاڑوی نے اشارہ کیا ہے) ہمارے نسخہ میں ج۲ ص۱۴۱ (ح ۲۸۱۷، دوسرا نسخہ ۹۱/۲ ح ۲۸۲۰) پر یحییٰ بن العلاء کی سند سے موجود ہے۔ یحییٰ بن العلاء کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا: "**متروك الحديث**"

(الکامل لابن عدی ۲۶۵۵/۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۲۳/۹)

ہیثمی نے کہا: " وهو كذاب " اور وہ جھوٹا ہے۔ (مجمع الزوائد ۹۲/۵، باب اوقات الحجامۃ)

حافظ ابن حجر نے کہا: " رمي بالوضع " اُس پر وضعِ حدیث کا اعتراض ہے۔

(تقریب التہذیب: ۷۶۱۸)

ایسے کذاب راوی کی موضوع روایت سے استدلال کرنا امین اوکاڑوی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔!

دورُخی نمبر ۱۲: امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق پر جرح کرتے کہا:

"و قد رمی بالقدر" (فتوحات صفدر ۲۲۴/۳، یعنی اس پر قدری ہونے کا اعتراض ہے۔)

ایک اور جگہ امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق پر جرح کرتے ہوئے کہا: "کوئی اسے تقدیر کا منکر کہتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ منکر تقدیر کا اسلام بھی صحابہ نے نہیں مانا۔ آپ

تقدیر کے منکر کی حدیث میرے سامنے پڑھ رہے ہیں۔ اگر تقدیر کے منکر کی بات ماننی ہے تو پہلے ایمان مفصل سے یہ نکالو گے والقدر خیرہ وشرہ من اللہ''

(فتوحات صفدر ۱/۳۰۸، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۳)

قارئین کرام! آپ یہ جان کر بھی حیران ہوں گے کہ ماسٹر امین نے اسی مناظرے میں ''واذا قرأ فانصتوا'' روایت پیش کی۔ (دیکھئے فتوحات صفدر ۱/۲۸۷، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۳)

جس کے راوی قتادہؒ ہیں اور آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے کہا ہے:

''اس لئے کہ قتادہ قدری تھے جو معتزلہ کی شاخ ہے'' (خزائن السنن ص ۵۱۲)

سرفراز صفدر نے قتادہ کے بارے میں مزید لکھا ہے: ''قدری یعنی منکر تقدیر تھے...اور یہ بدعتی فرقہ معتزلہ کی شاخ ہے'' (سماع الموتی ص ۲۱۲)

قتادہ کے بارے میں سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: ''جس راوی کو امام الجرح والتعدیل یحییٰؒ بن سعید القطانؒ علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ ردی عقیدہ والا اور چوٹی کا قدری (بدعتی) بتائیں تو ہم انہیں کیسے سنی سمجھ سکتے ہیں؟'' (المسلک المنصور فی رد الکتاب المسطور ص ۹۷)

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''قتادہؒ فی نفسہ ثقہ ہونے کے باوجود قدری ہیں اور قدریہ معتزلہ کی شاخ ہے'' (مجذوبانہ واویلا ص ۱۱۲)

تنبیہ: امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کی احادیث کو بھی مانا ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۷۷، ۵۷، ۵/۳۲۹)

قارئین کرام! آپ کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ سرفراز صفدر دیوبندی کے نزدیک تو قتادہ قدری ہونے کے باوجود ثقہ تھے اور ان کے نزدیک قدری کی روایت تو مقبول تھی، البتہ رائے غیر معتبر تھی، لیکن اس کے برعکس امین اوکاڑوی اور اس کے بعض متبعین مثلاً الیاس گھمن، عبدالغفار چنی گوٹھی، اسمٰعیل جھنگوی، محمد ریاض، آصف لاہوری، حافظ محمد ارشد وغیرہ دیوبندی بالکل دوغلی پالیسی والے ہیں، کیونکہ قدری راوی ان کے نزدیک مجوسی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مناظرے میں آصف لاہوری نے ان سب کی تائید کے ساتھ سیدنا ابو

حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث (جس میں چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے) کوضعیف ثابت کرنے کے لئے عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ پر قدری ہونے کی جرح پیش کر کے ایک ضعیف روایت کی وجہ سے اہل حدیث مناظر حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ سے کہا کہ مجوسیوں کی روایتیں پیش نہ کرو کسی مسلمان کی روایت پیش کرو اور خود یہ تمام دیوبندی قتادہ کی روایت پیش کرتے ہیں۔

ماسٹر امین اوکاڑوی کے خیال میں کسی آدمی نے دوغلی پالیسی اختیار کی تھی تو اسے سمجھاتے ہوئے امین اوکاڑوی نے لکھا: ''آپ اس طرز عمل پر جتنا بھی فخر کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان شر الناس عند اللہ ذوا الوجھین . یعنی ''دوغلا آدمی خدا کی نظر میں بدترین ہے۔'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال اس بکری سے دی ہے جو دو بکروں کے درمیان گردش کرتی ہے اور بقول آپ کے تلاش کرتی ہے کہ کس کے دلائل مضبوط ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۶/۷۱)

وفیات الاعیان

گذشتہ تین مہینوں میں بعض جلیل القدر علماء کی وفیات درج ذیل ہیں:

۱: شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن اشرف (سیالکوٹ) ۲۵/ جنوری ۲۰۱۱ء

۲: نائب شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد (تقویۃ الاسلام اوڈانوالہ) ۲۴/ جنوری ۲۰۱۱ء

۳: شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم (گوجرانوالہ) ۱۰/ مارچ ۲۰۱۱ء بعمر ۶۷ سال

۴: مولانا محمد بشیر الطیب (کویت و پاکستان)

۱۶/ مارچ ۲۰۱۱ء بمطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں سکونت نصیب فرمائے۔ آمین (رحمھم اللہ اجمعین)

ادارہ ماہنامہ الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک

حافظ زبیر علی زئی

ابو عمر احمد بن عبد الجبار بن محمد العطاردی التمیمی الکوفی

ابو عمر احمد بن عبد الجبار بن محمد العطاردی التمیمی الکوفی رحمہ اللہ ذوالحجہ ۱۷۷ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۷۲ھ میں ۹۵ سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔

آپ نے اپنے ثقہ والد عبد الجبار بن محمد العطاردی اور عبد اللہ بن ادریس (۱۹۲ھ) ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر (۱۹۵ھ) محمد بن فضیل بن غزوان (۱۹۵ھ) وکیع بن الجراح (۱۹۷ھ) یونس بن بکیر الشیبانی (۱۹۹ھ) اور ابوبکر بن عیاش (۱۹۴ھ) وغیرہم سے روایات بیان کیں۔ رحمہم اللہ

آپ کے شاگردوں میں ابوبکر بن ابی داود، قاضی حسین بن اسماعیل المحاملی، ابو علی اسماعیل بن محمد الصفار، ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی، ابن ابی الدنیا، ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم اور ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی وغیرہم ہیں۔ رحمہم اللہ

آپ کے بارے میں محدثین کرام کے درمیان جرح و تعدیل میں اختلاف ہے اور جمہور محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

جارحین اور جرح:

جارحین اور جرح مع حوالہ و تحقیق درج ذیل ہے:

۱: امام محمد بن عبد اللہ بن سلیمان الحضرمی رحمہ اللہ (مطین) نے فرمایا: "احمد بن عبدالجبار العطاردي كان يكذب" احمد بن عبد الجبار العطاردی جھوٹ بولتا تھا۔

(تاریخ بغداد ۲۶۳/۴ ت ۲۰۰۴ وسندہ صحیح)

محمد بن عبد اللہ الحضرمی تک اس روایت کی سند صحیح ہے، احمد بن ابی جعفر القطیعی سے مراد ابو الحسن احمد بن محمد العتیقی ہیں۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۶۰۳/۱۷)

اس قول پر خطیب بغدادی نے جرح کی ہے، یعنی یہ قول (جمہور کے خلاف ہونے

کی وجہ سے) باطل ہے۔ (دیکھئے تاریخ بغداد ۴/ ۲۶۴۔ ۲۶۵)

۲: امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: "**كتبت عنه و أمسكت عن التحديث عنه لما تكلم الناس فيه .**" میں نے اس سے (روایتیں) لکھیں اور اس وجہ سے اس سے حدیث بیان کرنا چھوڑ دی کہ لوگوں نے اس پر کلام کیا ہے۔

(الجرح والتعدیل ۲/ ۶۲)

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ اس سے یہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ ابن ابی حاتم اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔ واللہ اعلم

۳: امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "**ليس بقوي**" وہ قوی نہیں۔ (الجرح والتعدیل ۲/ ۶۲)

۴: امام ابن عدی الجرجانی نے کہا: "**رأيت أهل العراق مجمعين على ضعفه و كان أحمد بن محمد بن سعيد لا يحدث عنه لضعفه ...**"

میں نے اہلِ عراق کو دیکھا، وہ اس کے ضعیف ہونے پر متفق تھے اور احمد بن محمد بن سعید (ابن عقدہ، رافضی اور چور) اس سے اُس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حدیث بیان نہیں کرتا تھا... (الکامل ۱/ ۱۹۴، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۱۳۔ ۳۱۴)

اس قول میں اہلِ عراق نامعلوم ہیں اور ابن عقدہ گندا آدمی اور چور تھا۔

(دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۴۷۷۔ ۴۷۹)

امام ابن عدی نے مزید فرمایا: "**ولا يعرف له حديث منكر وإنما ضعفوه لأنه لم يلق من يحدث عنهم .**" اور اُس کی کوئی منکر حدیث معلوم نہیں اور انھوں (نامعلوم لوگوں) نے اسے صرف اس وجہ سے ضعیف کہا کہ اُس نے اُن لوگوں سے روایت بیان کی جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ (الکامل ۱/ ۱۹۴، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۱۴)

عرض ہے کہ تہذیب الکمال وغیرہ میں اُن کے جن اساتذہ کا ذکر ہے، ان سب سے اُن کی ملاقات ممکن ہے، لہٰذا بعض نامعلوم لوگوں کی طرف سے "ملاقات نہیں ہوئی تھی۔" والی جرح مردود ہے۔

☆ حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک (۱/۳۴۴ ح ۱۲۷۴) میں احمد بن عبدالجبار کو ضعیف کہا، لیکن اسی کتاب میں دوسری جگہ احمد بن عبدالجبار کی بیان کردہ حدیث کو "صحیح" کہا۔

(دیکھئے ج ۴ ص ۲۵۴ ح ۷۶۴۹)

حافظ ذہبی نے فرمایا: "حديثه مستقيم و ضعفه غير واحد" ان کی بیان کردہ حدیثیں سیدھی (صحیح) ہیں اور انھیں کئی نے ضعیف قرار دیا۔ (المغنی فی الضعفاء ۱/۷۵ ت ۳۴۰)

اور ان کی ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: "هذا حديث صالح الإسناد"

(سیر اعلام النبلاء ۲/۲۳۹)

ذہبی کا کلام باہم متعارض ہو کر ساقط ہے۔

☆ ابن عقدہ رافضی نے احمد بن عبدالجبار پر جرح کی تھی، لیکن خود ابن عقدہ کے چور اور ساقط العدالت ہونے کی وجہ سے یہ جرح مردود ہے۔

☆ حاکم نے کہا: "و اختلف فيه شيوخنا ولم يكن من أصحاب الحديث" ہمارے اساتذہ کا ان کے بارے میں اختلاف ہے اور وہ اصحاب الحدیث میں سے نہیں تھے۔ (سوالات الحاکم للدارقطنی ص ۸۶۔۸۷ ت ۵)

حافظ مزی نے بغیر کسی سند کے حاکم سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا:

"ليس بالقوى عندهم تركه أبو العباس أحمد بن محمد بن سعيد يعني ابن عقدة" وہ ان کے نزدیک القوی نہیں، اسے ابن عقدہ (رافضی) نے ترک کر دیا تھا۔

(تہذیب الکمال ۱/۵۴۔۵۵، ۳۷ جلدوں والا نسخہ ۱/۳۸۰)

حاکم صاحب المستدرک سے یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں اور عین ممکن ہے کہ یہ ابو احمد الحاکم الکبیر کا کلام ہو، بلکہ تہذیب التہذیب سے یہی ظاہر ہے کہ یہ ابو احمد الحاکم کا کلام ہے۔

(دیکھئے ج ۱ ص ۵۱)

[دوسرے یہ کہ ابن عقدہ (چور) کے کسی راوی کو ترک کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟!]

اس کے برعکس خود حاکم نیشاپوری سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے احمد بن عبدالجبار کی بیان کردہ ایک حدیث کو ''هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه '' کہا۔

(دیکھئے المستدرک ۲۵۴/۴ ح ۷۶۴۹)

اگر جرح ثابت بھی ہوتو یہ دونوں (جرح وتعدیل) باہم ٹکرا کر ساقط ہیں۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۵۵۲/۲ ترجمۃ عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت)

فائدہ: حاکم نے ایک سند کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس سند میں احمد بن عبدالجبار بھی ہیں۔ (دیکھئے المستدرک ۴۸۹/۱ ح ۱۷۹۷)

لہٰذا راجح یہی ہے کہ وہ احمد بن عبدالجبار کے موثقین میں سے تھے اور اسی وجہ سے موثقین میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ''ضعيف و سماعه للسيرة صحيح ''

(تقریب التہذیب: ۶۴)

فائدہ: تحریر تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر کا رد کیا گیا ہے اور احمد بن عبدالجبار کو ''بل: صدوق حسن الحديث ربما خالف '' قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے ج ۱ ص ۶۷۔۶۸)

۶: صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی نے کہا: '' إلا أنه ضعيف ''

(الوافی بالوفیات ۱۰/۷ ت ۶۱۷)

۷: ابو سعد عبدالکریم بن محمد السمعانی نے کہا: '' و كان ضعيفاً تكلموا فيه ... ''

(الانساب ۲۰۸/۴، العطاردی)

۸: ابن الجوزی نے احمد بن عبدالجبار کو کتاب الضعفاء والمتروکین (۷۵/۱ ت ۱۹۵) میں ذکر کیا۔

۹: ہیثمی نے کہا: ''ضعيف '' (مجمع الزوائد ۲۹۶/۳)

موثقین اور توثیق: جارحین اور ان کی جرح کے تعارف کے بعد اب موثقین اور ان کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱: ثقہ راوی ابوعبیدہ السری بن یحییٰ ابن اخی ھناد نے احمد بن عبدالجبار العطاردی کے بارے میں فرمایا: " ثقة " وہ قابلِ اعتماد راوی ہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/۲۶۳، وسندہ صحیح)

۲: امام دارقطنی نے فرمایا: " لا بأس به وأثنى عليه أبو كريب ... "
ان کے ساتھ کوئی حرج نہیں اور ابوکریب نے ان کی تعریف بیان کی ہے۔
(سوالات حمزہ بن یوسف السہمی للدارقطنی: ۱۶۳)

۳: ابن حبان نے احمد بن عبدالجبار کو ثقہ راویوں میں ذکر کر کے کہا:
" ربما خالف ، لم أر في حديثه شيئًا يجب أن يعدل به عن سبيل العدول إلى سنن المجروحين " وہ بعض اوقات مخالفت کرتے تھے، میں نے اُن کی حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو انھیں ثقہ راویوں سے نکال کر مجروح راویوں میں شامل کرنا ضروری قرار دے۔ (کتاب الثقات ۸/۴۵)

۴: ابوعوانہ نے ان سے صحیح ابی عوانہ میں روایتیں بیان کیں۔
مثلاً دیکھئے مسند ابی عوانہ ۱/۹۵ ح ۲۰۶، دوسرا نسخہ ۱/۴۳

۵: ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری صاحب المستدرک۔ (دیکھئے جارحین اور جرح، فقرہ: ۵ سے پہلے)

۶: حسین بن مسعود البغوی نے احمد بن عبدالجبار کی محمد بن فضیل بن غزوان سے بیان کردہ ایک حدیث کو " هذا حديث صحيح ، أخرجه مسلم عن واصل بن عبدالأعلى عن محمد بن فضيل " کہا۔ دیکھئے شرح السنۃ (۱۴/۴۔۱۵ ح ۹۰۶)

۷: ابومنصور عبدالرحمٰن بن محمد بن ھبۃ اللہ بن عساکر نے احمد بن عبدالجبار کی بیان کردہ ایک حدیث کو " هذا حديث صحيح " کہا۔
(الاربعین فی مناقب امہات المومنین ۱/۵۲ ح ۳ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

۸: خطیب نے احمد بن عبدالجبار کا دفاع کیا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ مسلمہ بن قاسم (بذاتِ خود ضعیف) نے احمد بن عبدالجبار کو " لا بأس به " کہا۔

☆ ابویعلی الخلیلی نے کہا: ''ولیس في حدیثه مناکیر لکنه روی عن القدماء، اتهموه في ذلك ''اور اس کی حدیث میں منکر روایتیں نہیں، لیکن اس نے قدیم لوگوں سے روایتیں بیان کیں، اس وجہ سے انھوں نے اس پر تہمت لگائی۔ (الارشاد ۲/ ۵۸۰ ت ۲۸۶)

پہلا حصہ نہ جرح ہے اور نہ تعدیل، دوسرا حصہ مجہول جارحین کی جرح ہے۔

☆ سوالات الحاکم للدارقطنی (۵۲۴) میں بعض نامعلوم شیوخ سے مذکور ہے کہ انھوں نے احمد بن عبدالجبار کے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں کیا۔ (ص ۲۸۹)

اس روایت کی سند میں شیوخ (؟) کی وجہ سے نظر ہے۔

☆ بعض الناس نے مغلطائی کی اکمال (۱/ ورقہ ۱۸) سے نقل کیا کہ ابومحمد ابن الاخضر نے کہا: ''ثقة لا بأس به'' یہ قول بے سند ہے، لہٰذا مردود ہے۔

۹: امام بیہقی نے احمد بن عبدالجبار کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا:

''و هذا المتن أیضًا صحیح علی شرطه ''اور یہ متن بھی ان (مسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ (السنن الکبریٰ ۶/ ۳۳۲)

۱۰: ابوعلی (الصدفی) نے احمد بن عبدالجبار کی حدیث کے بارے میں کہا:

'' هذا حدیث صحیح '' (معجم فی اصحاب القاضی الصدفی ۱/ ۳۰ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

۱۱: معجم ابن عساکر (۲/ ۲۲ ح ۱۰۹۰) میں احمد بن عبدالجبار کی بیان کردہ ایک روایت کو صحیح لکھا ہوا ہے۔ (بحوالہ مکتبہ شاملہ)

☆ مشیخۃ ابن البخاری (۷/ ۵۵۲/ ۱۱۸۹) میں احمد بن عبدالجبار کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ ''هذا حدیث صحیح '' (مکتبہ شاملہ)

☆ ابوکریب الہمدانی رحمہ اللہ سے بھی احمد بن عبدالجبار کی تعریف مروی ہے۔ واللہ اعلم

خلاصۃ التحقیق: احمد بن عبدالجبار پر ۹ محدثین کی جرح اور ۱۱ محدثین کی توثیق ثابت ہے، لہٰذا وہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے۔ رحمہ اللہ

(۳/ جنوری ۲۰۱۱ء)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت جزوِایمان ہے

سیدنا انس (بن مالک الانصاری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان (مشرکین کی فوج کے ساتھ) آرہا ہے تو آپ (ﷺ) نے (اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) مشورہ لیا۔ پھر (انصار کے سردار) سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ہم (انصاریوں) سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں سمندر میں داخل ہونے کا حکم دیں تو ہم ضرور داخل ہوں گے اور اگر آپ ہمیں برک الغماد (یمن کے ایک دُور دراز مقام) تک چلنے کا حکم دیں تو ہم چلیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو (غزوہ بدر کے لئے) تیار کیا، پھر آپ اور آپ کے ساتھی چلے حتی کہ بدر میں قیام کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہاں فلاں (کافر) کے گرنے (قتل ہونے) کی جگہ ہے۔ (سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے) کہا: آپ (ﷺ) زمین پر یہاں اور وہاں ہاتھ رکھ رہے تھے، پھر ان (مشرکین) میں سے (جن کے آپ نے نام لئے تھے) کوئی آدمی بھی اس جگہ سے دور ہو کر نہیں مرا جہاں آپ ﷺ نے ہاتھ رکھا تھا۔

(الانوار للبغوی: ۹۴، صحیح مسلم: ۱۷۷۹، ترقیم دارالسلام: ۴۶۲۱، نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار ص ۸۸)

اس حدیث پاک سے بہت سی باتیں ثابت ہیں مثلاً:

① صحابۂ کرام ہر وقت رسول اللہ ﷺ پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور اسی وجہ سے کتاب وسنت میں ان کے بے شمار فضائل مذکور ہیں اور ان سے محبت جزوِایمان ہے۔ ② اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل فرمائی، کیونکہ کفار کے مذکورہ قتل سے پہلے اس کی اطلاع غیب سے ہے اور الغیب کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث بھی وحی ہے۔

③ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بعض غیب کی اطلاع دی تھی۔ نیز دیکھئے حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی تفسیر احسن البیان (ص ۱۶۳، آلِ عمران کی آیت: ۱۷۹)

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے قلم سے

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

نمایاں خصوصیات

- ★ صحت وسقم کے اعتبار سے روایات پر حکم
- ★ مختصر مگر جامع تخریج
- ★ آسان فہم ترجمہ
- ★ منہج سلف صالحین کے عین مطابق شرح
- ★ فقہی طرز پر حدیث سے مسائل کا استنباط
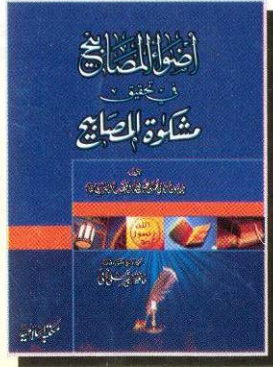
مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

alhadith_hazro2006@yahoo.com